تنظیم اسلامی کا ترجمان

08

ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

18 تا 24 رجب المرجب 1442ھ/2 تا 8 مارچ 2021ء


## خلافت کے اصل حق دار

خلافت کا منصب تمام بنی آدم کو حاصل ہے' اس لیے اس میں تمام بنی آدم مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ معاشرے میں سب انسان برابر ہوں گے۔ لہٰذا کسی ذات یا خاندان یا کسی خاص علاقے کے باشندوں کو کوئی ترجیح نہ ہوگی۔ اس میں اگر فرق ہوگا تو صلاحیتوں کی بنا پر ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں عقائد' صفات' اعمال' کردار اور کارکردگی کی بنا پر فرق ہوگا' لیکن ذات پات' حسب نسب' خاندان' وطن' زبان' ثقافت ان میں سے کوئی چیز بھی فارق نہیں ہوسکتی۔ ان بنیادوں پر جو ریاست بنے گی وہ نسلی یا قومی ریاست نہیں ہوگی بلکہ اپنے مزاج کے لحاظ سے جہانی ریاست ہوگی جس کو وطن' پہاڑ' دریا اور سمندر بھی تقسیم نہیں کر سکتے۔ اگر جہانی ریاست کے قیام کی راہ میں مزاحمتیں ہیں تو وہ غیر فطری مزاحمتیں ہیں جن کو ہٹانا مطلوب ہے نہ کہ ان میں سے کسی کو مضبوط اور مستحکم بنانا مطلوب ہے۔

اس خلافت کے حق دار بالقوۃ تو تمام انسان ہیں' لیکن اس کے اصل حق دار صرف وہ لوگ ہوں گے جو اس زمین کا نظم و نسق اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق چلائیں گے' اس لیے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے منشا کے خلاف چلیں تو وہ اس زمین میں باغی اور مفسد ہیں۔ قرآن مجید میں تو یہ مضمون بیان ہوا ہی ہے کہ اس نے کائنات میں انسان کی حیثیت کو نہایت واضح طور پر متعین کر کے بتا دیا ہے' لیکن یہ مضمون انجیل میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو غلاموں کی تمثیل کے ذریعہ یہی بات سمجھائی کہ باغ ان غلاموں کے سپرد نہیں کیا جا سکتا جو اس کو اجاڑ دیں۔ یہ انہی غلاموں کے سپرد کرنا چاہیے جو اس کو آراستہ و پیراستہ کریں۔ اس تمثیل کا مفہوم یہی ہے کہ باغ کی نگرانی کے حق دار بالقوۃ تو سب لوگ ہیں' لیکن بالاستحقاق صرف وہی لوگ ہوں گے جو باغ میں مالک کا منشا پورا کریں۔ اس لیے خلافت ان لوگوں کا حق ہوگی جو زمین میں اللہ تعالیٰ کا منشا پورا کریں۔

فلسفہ کے بنیادی مسائل
مولانا امین احسن اصلاحیؒ

## اس شمارے میں


تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر اُستوار

واقعۂ معراج میں ہمارے لیے راہنمائی

مطالعۂ کلامِ اقبال (190)

اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام (ii)

حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ہماری ریاستِ مدینہ؟

# بیوہ، رنڈوؤں اور کنواروں کا نکاح کرو

سورۃ النّور | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت : 32

وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۳۲﴾

**آیت ۳۲:** ﴿وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ﴾ ’’اور نکاح کر دیا کرو بیواؤں کا اپنے میں سے‘‘

یہ بہت اہم حکم ہے۔ خصوصی طور پر ہمارے اس معاشرے کے لیے اس میں بہت بڑی راہنمائی ہے جہاں ہندوانہ رسم و رواج کے اثرات کے باعث بیوہ کا نکاح کرنا معیوب اور ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے اور اس کے ساتھ خوشی سے کوئی شخص بھی نکاح نہیں کرنا چاہتا۔

﴿وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ ؕ﴾ ’’اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو ذی صلاحیت ہوں‘‘

تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو سمجھ دار ہوں اور ان کے کردار کے بارے میں بھی تمہیں اعتماد ہو ان کے آپس میں نکاح کر دیا کرو۔ غلاموں اور کنیزوں کے نکاح ان کے آقاؤں کی اجازت سے ہوں گے اور جب کسی کنیز کا نکاح ہو جائے گا تو پھر اس کے آقا کو اُس کے ساتھ تمتع کی اجازت نہیں ہوگی۔

﴿اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ﴾ ’’اگر وہ تنگ دست ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔‘‘

چنانچہ یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہیے کہ ان میں مہر وغیرہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں تو نکاح کیونکر کریں!

﴿وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۳۲﴾﴾ ’’اور اللہ بہت وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

وہ بہت کشادگی والا ہے اور اپنے بندوں کے احوال واقعی سے بخوبی واقف بھی ہے۔ اس سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ کوئی انسان اپنی تنگ دستی کو اپنے نکاح کے راستے کی رکاوٹ نہ سمجھے۔ اسے امید رکھنی چاہیے کہ اس کی بیوی اپنی قسمت اور اپنا رزق اپنے ساتھ لے کر آئے گی اور یہ کہ نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے اس کے لیے رزق کا کوئی نیا دروازہ کھول دے گا۔

## فرمان نبویؐ

### مسلمان بھائی کی آبرو کی حفاظت

عَنۡ اَنَسٍ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اغۡتِیۡبَ عِنۡدَہٗ اَخُوۡہُ الۡمُسۡلِمُ وَھُوَ یَقۡدِرُ عَلٰی نَصۡرِہٖ فَنَصَرَہٗ نَصَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ فَاِنۡ لَّمۡ یَنۡصُرۡہُ وَھُوَ یَقۡدِرُ نَصۡرِہٖ اَدۡرَکَہُ اللّٰہُ بِہٖ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃ))

(رواہ البغوی فی شرح السنہ)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص کے سامنے اس کے کسی مسلمان بھائی کی غیبت اور بدگوئی کی جائے اور وہ اس کی نصرت و حمایت کر سکتا ہو تو کرے (یعنی غیبت و بدگوئی کرنے والے کو اس سے روکے یا اس کا جواب دے اور مداخلت کرے) تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا اور اگر قدرت حاصل ہونے کے باوجود وہ اس کی نصرت و حمایت نہ کرے (نہ غیبت کرنے والے کو غیبت سے روکے، نہ جوابدہی اور مدافعت کرے) تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کو اس کی کوتاہی پر پکڑے گا (اور اس کی سزا دے گا)۔

**تشریح:** ایک بندہ مسلم کی عزت و آبرو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر محترم ہے اور دوسرے مسلمان پر اپنے مسلمان بھائی کا دفاع کس درجہ ضروری ہے؟ اس کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

ادا ریہ
**ایوب بیگ مرزا**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تاخلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر اُستوار

ستائیس (27) رجب المرجب کو خلافت کے ادارے کو ختم ہوئے قمری لحاظ سے سو سال ہو جائیں گے۔ یہ سانحہ جانکاہ 3 مارچ 1924ء کو پیش آیا تھا۔ اتفاق سے امسال بھی مارچ اور رجب اکٹھے آرہے ہیں۔ جس سے زیاں کا احساس رکھنے والوں کے زخم پھر ہرے ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم اس حوالے سے اپنے دردِ دل کو قرطاس پر منتقل کریں، ہمیں اپنے ہاں کے ان سیکولرز اور مغرب سے مرعوب ''دانشوروں'' کو جواب دینے کی ضرورت ہے جو بارہا یہ کہہ چکے ہیں کہ مسلمانوں کی تاریخ میں کارکردگی اور حیثیت آخر کیا ہے؟ جب ہم مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے الفاظ لکھتے یا بولتے ہیں تو وہ اعتراض اُٹھاتے ہیں اور مزاحیہ انداز میں کہتے ہیں کہ کون سی عظمت تھی جس کے چلے جانے پر یہ لوگ اظہار افسوس کر رہے ہیں۔ وہ کب تھی، کیسی تھی؟ گویا وہ یوں ہمارے زخموں پر نمک چھڑکتے بلکہ انھیں کریدتے ہیں۔ لہٰذا سقوطِ خلافت پر اپنے دل کے پھپھوڑے پھولنے سے پہلے ان کا منہ بند کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے اور بلا خوفِ تردید ہے کہ انسانی تاریخ میں جتنے طویل عرصہ تک مسلمان عالمی قوت رہے ہیں کوئی دوسری قوم نہیں رہی۔ کبھی سپریم پاور آف دی ورلڈ کی حیثیت سے اور کبھی محض سپر پاور بن کر۔ جس کی مختصر ترین الفاظ میں روداد یہ ہے کہ خلافت راشدہ کا آغاز 632ء میں ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی ریاست تین براعظموں تک پھیل چکی تھی۔ خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں بھی اسلامی سلطنت وسیع ہوتی چلی گئی۔ آخر میں سلطنت عثمانیہ قائم ہوئی جسے ختم ہوئے اب ایک صدی مکمل ہوئی ہے۔ عربوں اور ترکوں کی خلافت کے ادوار کے درمیان میں مسلمانوں کا معاملہ یہ رہا کہ سپین میں انھوں نے تقریباً آٹھ سو (800) سال راج کیا۔ پھر کبھی ایوبی سلطنت قائم ہوئی اور کبھی سلجوکی حکمران بنے۔ ہندوستان میں نو سو (900) سال تک غزنوی، غوری اور مغل حکمران رہے۔ گویا ایک عرصہ تک مسلمانوں کا معاملہ یہ رہا۔

جہاں میں اہلِ ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

مذکورہ نام نہاد دانشوروں سے یہ سوال ہے کہ کیا کوئی کارکردگی اور حیثیت نہ رکھنے والی قوم سپریم پاور آف دی ورلڈ بن سکتی ہے۔ بات طویل ہو جائے گی وگرنہ فلسفہ، طب اور جراحی میں مسلمانوں کے عظیم کارناموں پر ضخیم کتابیں تحریر کی جاسکتی ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ غرناطہ کی لائبریریوں سے علم یورپ منتقل ہوا۔ آج وہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی میں اسی علم کا وافر حصہ ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم ''پدرم سلطان بود'' کے قائل ہیں۔ ہم بآواز بلند اعتراف کرتے ہیں کہ گزشتہ دو یا اڑھائی صدیوں سے مسلمان زوال پذیر ہیں اور بری طرح ذلت و رسوائی کا سامنا کر رہے ہیں۔ لیکن ماضی میں امتِ مسلمہ کی عظمت پر اگر کوئی سوال اٹھاتا ہے تو وہ یا تو تاریخ سے نابلد ہے یا کاذب ہے جو ایک بدیہی حقیقت کا منکر ہے۔

سلطنت عثمانیہ 1299ء میں قائم ہوئی اور 1924ء تک قائم رہی۔ گویا یہ عظیم سلطنت سوا چھ سو سال قائم رہی۔ آخری نصف صدی یا پون صدی بیچ میں سے نکال دی جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ساڑھے پانچ سو سال یہ


ہفت روزہ لاہور

**ندائے خلافت**

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

18 تا 24 رجب 1442ھ — جلد 30
2 تا 8 مارچ 2021ء — شمارہ 08

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

**نگران طباعت**: شیخ رحیم الدین
**پبلشر**: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
**مطبع**: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

عظیم الشان سلطنت شان وشوکت بھی رکھتی تھی اور حکمرانوں کی رٹ پر بھی کوئی سوالیہ نشان نہیں تھا۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ خلافت راشدہ کا نظام مثالی اور آئیڈیل تھا، لیکن بعد ازاں اس میں آہستہ آہستہ ملوکیت در آئی جو بنو عباس کے دور میں خالص ملوکیت بن گئی۔ لیکن شرعی نظام قائم رہا، قانونی سطح پر قرآن اور سنت کو بالادستی حاصل رہی اور عوام اس نظام کی برکت سے مکمل طور پر نہ سہی لیکن کافی حد تک مستفید ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ خلافت کا نظام مسلمانوں کو ایک مرکزیت، طاقت اور اتحاد کا جواز فراہم کرتا تھا۔ تاریخ کے صفحات پر یہ حقائق موجود ہیں کہ 1896ء میں جب عالمی صیہونی کانفرنس میں یہ فیصلہ ہوا کہ سلطنت عثمانیہ سے فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کی اجازت لی جائے گی۔ اس فیصلے کے تناظر میں صیہونی تنظیم کا بانی تھیوڈر ہرزل دو دفعہ خلیفۂ وقت عبدالحمید دوئم کے پاس یہ پیشکش لے کر آیا کہ آپ ہمیں فلسطین میں یہودیوں کو بسانے کی اجازت دے دیں تو ہم سلطنت عثمانیہ کے سارے قرضے اُتار دیں گے اور ترقیاتی پروگراموں کے لیے مزید رقم بھی دیں گے۔ لیکن خلیفہ عبدالحمید دوئم نے اس کے جواب میں تاریخی الفاظ کہے تھے کہ میں اپنے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر دے سکتا ہوں لیکن یہ ہرگز برداشت نہیں کرسکتا کہ اُمت کی امانت میں سے کوئی حصہ آپ کو دے دوں۔ حالانکہ اس وقت خلافتِ عثمانیہ حالتِ نزع میں تھی، لیکن پھر بھی اس کی اتنی طاقت تھی کہ یہودیوں کو فلسطین کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوئی اور نہ وہ اسرائیل کی جانب ایک قدم بھی اٹھا سکے۔ اسرائیل کی بنیاد اس وقت پڑی جب خلافت عثمانیہ ختم ہوگئی۔ خلافت کی کتنی اہمیت اور طاقت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا محمود الحسنؒ جب مالٹا میں اسیر تھے تو انہوں نے ایک انگریز آفسر سے کہا کہ آپ لوگ اس کمزور سی خلافت کے اتنے مخالف کیوں ہیں؟ اس نے جواب دیا: ''مولانا! آپ اتنے بھی بھولے نہ بنیں۔ کیا ہمیں نہیں معلوم کہ خلافت میں جب خلیفہ جہاد کا حکم دے گا تو ساری دنیا سے مسلمان جہاد کے لیے اکٹھے ہوجائیں گے۔'' یہ بھی خلافت کی برکت تھی کہ البانیہ، کوسووو، مقدونیہ، یونان، ہنگری، بوسنیا، رومانیہ، بلغاریہ، سلواکیہ، پولینڈ، آسٹریا سمیت بیشتر یورپی علاقوں کے مغربی شہری اسلام کے فطری قوانین اور اسلام کے نظامِ عدل سے متاثر ہوکر ہی مسلمان ہوئے تھے۔

آیئے اب اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان کیوں زوال پذیر ہوئے اور آج کیوں دشمنانِ اسلام امتِ مسلمہ کے جسد کو نوچ رہے ہیں۔ علامہ اقبال جب کہتے ہیں ؎

چاک کردی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

چشمِ تصور سے دیکھیں تو یوں لگتا ہے کہ علامہ نے یہ شعر کہہ کر غم اور اندوہ سے اپنا گریبان چاک کرلیا ہوگا۔ درحقیقت خلافت کے ادارہ کے خاتمے کے بعد امت ایک بے گوروکفن لاشہ ہے اور یہود وہنود اور نصاریٰ اس لاشے کی بے حرمتی سے لطف اندوز ہورہے ہیں۔ بہرحال آج یہ ایک حقیقت ہے اور ہمارے نہ تسلیم کرنے سے کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔ سقوط خلافت کی وجہ جسے علامہ اقبال نے شاعری کی زبان میں سادگی کہا ہے۔ وہ حقیقت میں انیسویں صدی کے ترکوں کی نااہلی ہے، عاقبت نااندیشی ہے، یہ محنت ومشقت اور جفاکشی کو ترک کر کے عیش وعشرت میں پڑ جانا ہے۔ دولت اور اقتدار کی ہوس نے ان کی آنکھوں کو نہیں دلوں کو اندھا کردیا تھا۔ وہ بھول گئے کہ دولت واقتدار سایہ کی مانند ہوتے ہیں جو جگہ بدلتا رہتا ہے۔ مسلمان طویل عرصے تک مقتدر رہنے کی وجہ سے اقتدار وغلبہ کو اپنا استحقاق سمجھنے لگے۔ انہوں نے اپنی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کی صلاحیت کھودی۔ وہ دوست ودشمن میں تمیز کرنے کے قابل بھی نہ رہے۔ دوسری طرف عام مسلمانوں کی بھی یہ سادگی ہی تھی کہ وہ اب اسلام کے فطری قوانین اور نظام عدل کو خیرباد کہہ کر مغربی مہم کے زیرِ اثر جمہوریت، سیکولر قانون اور نظریاتی کی بجائے نسلی ریاست کی بات کر رہے تھے۔ اس کا ردعمل خلافت اسلامیہ کے دوسرے علاقوں میں بھی علاقائی تعصب کی صورت میں ظاہر ہوا اور مصر، حجاز، شام، دیگر عرب علاقوں کے علاوہ یورپ کے علاقوں میں بھی نسلی اور علاقائی بنیادوں پر تحریکیں اُٹھائی گئیں۔ حالانکہ مسلمانوں کے لیے بہتر یہ تھا کہ وہ نسلی یا علاقائی بنیادوں پر تقسیم ہونے کی بجائے دینی اور نظریاتی بنیادوں پر متحد رہتے تو وہ آج بھی دنیا میں سپر پاور ہوتے، لیکن یہ ان کی سادگی ہی تھی کہ انہوں نے اسلام اور خلافت پر علاقائیت اور نسل کو ترجیح دے کر خود کو یہود ونصاریٰ کے استحصالی پنجوں میں قید کرلیا اور اب ان تمام علاقوں کے مسلمان بالواسطہ مغرب کی غلامی پر مجبور ہیں۔ جبکہ جب تک یہ دینی اور نظریاتی بنیادوں پر متحد تھے تو یہ مغرب پر حکمرانی کر رہے تھے۔ لیکن نادان مسلمان اس سنہری نظام کے خلاف غیروں کے جھوٹے اور بے بنیاد پروپیگنڈا سے متاثر ہوکر مغربی جمہوریت اور سیکولر ازم کی طرف بلا سوچے سمجھے بڑھنے لگے۔ وہ اس حقیقت کا ادراک نہ کرسکے کہ ان کا زوال خلافت کے نظام کی وجہ سے نہیں بلکہ دین سے دوری اور اپنے کردار کی وجہ سے ہے اور حضور اکرم ﷺ کے قول مبارک کے مطابق وہن کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہے جس سے دنیا سے محبت اور موت سے کراہیت پیدا ہوجاتی ہے۔

انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ خود ترکوں کے باپ یعنی اتاترک نے خلافت کے اس ادارے کو اپنے ہاتھوں سے دفنایا۔ سلطنت عثمانیہ کے آخری دور میں تقریباً تمام سول اور فوجی اعلیٰ عہدوں پر ایسے ہی لوگ موجود تھے جو دشمنوں (باقی صفحہ 17 پر)

# واقعہ معراج میں ہمارے لیے راہنمائی

(سورۃ النجم کی آیت 5 تا 18 کی روشنی میں)

**امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں 12 فروری 2021ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص**

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن حکیم کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ہم ان شاء اللہ سورۃ النجم کی 5 تا 18 آیات کا مطالعہ کریں گے۔ ان آیات میں واقعہ معراج کے آسمانی سفر کا تذکرہ ہے۔ معراج کے سفر کے دو حصے ہیں۔ ایک زمینی حصہ اور دوسرا آسمانی حصہ۔ زمینی حصہ کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾ (بنی اسرائیل:1)

”پاک ہے وہ ذات جو لے گئی راتوں رات اپنے بندے (ﷺ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (دور کی مسجد) تک“

پھر اس کی تفصیلات احادیث میں آئی ہیں۔ دوسرے حصے میں ساتوں آسمانوں اور اس سے بھی آگے کے سفر کا ذکر ہے کہ جہاں جبرائیل امینؑ نے بھی کہہ دیا تھا کہ اگر یہاں سے میں ایک بال کے برابر بھی آگے بڑھا تو میرے پَر جل جائیں گے۔ اس حوالے سے ایک اصولی بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ معراج کا یہ واقعہ جس میں بعض روایات کے مطابق بستر بھی گرم رہا، کنڈی بھی ہلتی رہی، یہ عقل سے بہت اوپر کی بات ہے۔ ہمارا ایمان یہاں سے شروع نہیں ہوتا کہ عقل مانے گی تو میں تسلیم کروں گا۔ ہمارا ایمان وحی کی بنیاد پر ہے، پیغمبر ﷺ کے بتانے کی بنیاد پر ہے اور اہل علم نے جو بات بیان فرمائی کہ

”ہر وہ بات جس کی خبر محمد مصطفیٰ ﷺ نے عطا فرمائی اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے“۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تو صبح لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک چلا جائے؟ آپؓ نے کہا: ایسا نہیں ہوسکتا۔ لوگوں نے کہا: محمد ﷺ تو ایسا ہی کہہ رہے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: اگر وہ کہہ رہے ہیں تو بالکل ہوسکتا ہے۔ یہ ہے اصل ایمان۔ آج ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں اس بات کی سمجھ آتی ہے کہ اگر روشنی کی سپیڈ بڑھ جائے تو کنورژن آف انرجی وغیرہ سب کچھ ممکن ہے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے یہ نہیں دیکھا کہ بات میری عقل میں آتی ہے یا نہیں بلکہ انہوں نے یہ دیکھا کہ میرے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے تو یہ بالکل ہوسکتا ہے۔ سادہ سی بات ہے کہ ہم تو یہ مان رہے ہیں کہ جبرائیلؑ آپ ﷺ کے پاس

**مرتب: ابوابراهیم**

روزانہ آتے تھے لہٰذا جو رب جبرائیلؑ کو بھیج سکتا ہے اس کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کو بلانا کیا مشکل ہے؟

نبی اکرم ﷺ کا سفر معراج کلیتاً غیب کے امور سے متعلق ہے اور اس کو سمجھنے کا واحد ذریعہ اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیم ہے جو اللہ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو عطا فرمائی۔ اسی کے اوپر ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ غیب کے متعلق بہت سارے امور ایسے ہیں جن کی کوئی سائنسی یا عقلی توجیہہ پیش نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً فرشتوں پر ہمارا ایمان ہے، ہر انسان کے ساتھ کراماً کاتبین مقرر ہیں لیکن ہم نے کبھی انہیں دیکھا نہیں۔ انہیں اس لیے مانتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا ہے۔

واقعہ معراج صدیق اکبرؓ کی صدیقیت کا بہت بڑا مظہر ہے اور اس میں ہمارے لیے بھی بہت بڑی راہنمائی ہے کہ ہماری عقل پر وحی کی تعلیم مقدم رہنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا مزید یقین عطا فرمائے۔ آمین!

جن آیات کا ہم مطالعہ کریں گے مفسرین امت کے مطابق ان آیات کا تعلق جبرائیل امینؑ سے ہے البتہ کچھ مفسرین کی رائے اس کے برعکس بھی ہے اور ذکر یہ ہے کہ یہاں رب کائنات کا تذکرہ آرہا ہے اور یہ اختلاف صحابہ کرامؓ کے دور سے چلا آرہا ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵﴾ ”انہیں سکھایا ہے اُس نے جو زبردست قوت والا ہے۔“

اب یہاں ایک مراد یہ لی گئی کہ جبرائیل امینؑ نے سکھایا۔ قرآن حکیم میں حضرت جبرائیلؑ کا ذکر اس طرح بھی آتا ہے:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝۴۰﴾ (الحاقہ) ”یہ قول ہے ایک رسول کریم کا۔“

یعنی قرآن کو قول جبرائیل علیہ السلام بھی کہا گیا اور ایک جگہ اس کو قول محمد ﷺ بھی کہا گیا۔ رسول کا لفظ نبی اکرم ﷺ کے لیے بھی استعمال ہوا اور بمعنی پیغام پہنچانے والا کے جبرائیل امینؑ کے لیے بھی استعمال ہوا۔ اس تناظر میں ایک رائے یہ ہے کہ یہاں جبرائیل امینؑ کا ذکر ہے کہ اللہ کے حکم سے جبرائیل امینؑ نے محمد مصطفی ﷺ کو سکھایا۔ جیسے قرآن میں ایک اور مقام پر ہے:

﴿فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰي قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ:97)

”تو (وہ یہ جان لے کہ) اُس نے تو نازل کیا ہے اس قرآن کو آپؐ کے دل پر اللہ کے حکم سے“

آگے فرمایا:

﴿ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۶﴾ ''جو بڑا زور آور ہے۔ وہ سیدھا ہوا'' (النجم)

یعنی نبی اکرم ﷺ کے سامنے جبرائیل امین ظاہر ہوئے۔ یہاں ایک رائے یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے جبرائیل امین کو ان کی اصل شکل میں بھی دیکھا ہے۔ مشرکین مکہ یہ بھی اعتراض کرتے تھے کہ وہ آنے والا فرشتہ انہوں نے دیکھا بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر دیکھا ہے تو کیسے دیکھا؟ اللہ اس کا جواب عطا کر رہا ہے۔ آگے ارشاد فرمایا:

﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۷﴾ ''اور وہ افق اعلیٰ پر تھا۔''

پورے آسمان کے کنارے پر جبرائیل امینؑ چھائے ہوئے تھے۔ بخاری شریف کی روایت میں بھی ہے کہ دومرتبہ رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل امینؑ کو دیکھا ہے۔ پہلی مرتبہ آپ ﷺ نے آغاز وحی میں جبرائیل امینؑ کو دیکھا جب قرآن کی پہلی آیات نازل ہوئیں۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ آسمان کے پورے اُفق پر چھائے ہوئے تھے۔ دوسری مرتبہ واقعہ معراج کے موقع پر آپ ﷺ نے جبرائیل امینؑ کو ان کی اصل شکل میں دیکھا۔ یہاں پہلے موقع کا تذکرہ ہے۔ آگے ارشاد ہوا:

﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۸﴾ ''پھر وہ قریب آیا اور جھک پڑا۔''

اب یہاں وہ دونوں آرا ہیں۔ ایک جبرائیلؑ کا نزدیک ہونا اور ایک رب کائنات کا نزدیک ہونا۔ چونکہ ہم نے فرشتوں کو دیکھا نہیں ہے اس لیے اس کیفیت کو سمجھنا ہمارے لیے ممکن نہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں رب کائنات کا قریب ہونا ہے۔ کتنا قریب ہونا ہے؟ فرمایا:

﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۹﴾ ''بس دو کمانوں کے برابر (فاصلہ رہ گیا) یا اس سے بھی قریب۔''

عربوں میں ایک رواج تھا کہ جب کسی سے اُن کا کوئی معاہدہ طے پاتا تھا تو اس کی کمان کے ساتھ اپنی کمان کو ٹکراتے تھے۔ یہ بھی قربت کا ایک اظہار ہوتا تھا۔ یہاں یہ مثال دے کر واضح کیا جا رہا ہے کہ یہ قرب کی انتہا کا معاملہ ہے۔ جبرائیل امینؑ کئی مرتبہ انسانی شکل میں بھی حضور ﷺ کے پاس آئے۔ جیسا کہ حدیث جبرائیلؑ بہت مشہور ہے جس کو ام السنة بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے مطابق جبرائیل امینؑ انسانی شکل میں حضور ﷺ کے بالکل سامنے آپ ﷺ کے گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھتے ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۱۰﴾ ''پھر اُس نے وحی کی اللہ کے بندے کی طرف جو وحی کی۔''

اس کا ایک ترجمہ یہ ہے کہ اللہ نے وحی کی اپنے بندے کی طرف اور ایک ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ جبرائیلؑ نے وحی کی آپ ﷺ کی طرف۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی عظمتوں کا بار بار قرآن میں ذکر کیا ہے، کئی مرتبہ اس کے لیے اللہ نے لفظ عبد استعمال کیا۔ ہمارے خیال میں شاید عبد ہونا ہلکی بات ہو۔ لیکن اللہ کہتا ہے کہ تمہیں پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ تم میری عبادت کرو اور آپ ﷺ عبدیت کی انتہا پر ہیں۔ لہٰذا جہاں جہاں بھی اللہ نے آپ ﷺ کی عظمتوں کا ذکر کیا ہے وہاں قرآن نے لفظ عبداللہ استعمال کیا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ جب ہم کلمۂ شہادت پڑھتے ہیں تو عبد پہلے کہتے ہیں اور بعد میں رسول:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

بہرحال معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے حضور ﷺ کی ملاقات ہوئی۔ وحی بھی عطا ہوئی۔ ہم سب واقف ہیں کہ پچاس نمازیں عطا ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا تھا کہ جایئے اور کم کروایئے۔ وہ بنی اسرائیل کو دیکھ چکے تھے۔ چنانچہ پھر پانچ پانچ کم ہوتی گئیں اب پچاس سے ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں یارسول اللہ ﷺ اور کم کرایئے۔ اب حضور ﷺ نے فرمایا: موسیٰؑ! مجھے حیا آتی ہے اس سے کہ میں اپنے رب کے پاس جا کر اور کم کرنے کی درخواست کروں۔ آج اُمت پانچوں نمازوں کو ضائع کر دیتی ہے تو کیا اس کو حیا آتی ہے؟ یہ معراج کا تحفہ ہے جو اللہ نے عطا فرمایا۔

**پریس ریلیز 26 فروری 2021ء**

# ادارۂ خلافت کے انہدام سے مسلمانوں کی مرکزیت اور اتحاد پارہ پارہ ہو گیا

**شجاع الدین شیخ**

ادارۂ خلافت کے انہدام سے مسلمانوں کی مرکزیت اور اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے سقوط خلافت کے سو سال (قمری) پورا ہونے پر کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ جب تک خلافت کا ادارہ قائم رہا، مسلمان دشمنانِ اسلام کا ہر محاذ پر پامردی سے مقابلہ کرتے رہے لیکن افسوس کہ خلافت کا ادارہ اپنوں کی سادگی اور غیروں کی عیاری سے پارہ پارہ ہو گیا۔ مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا اور امت مسلمہ کئی ممالک میں بٹ گئی۔ مسلمانوں کے اِس انتشار سے دشمنانِ اسلام نے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کو ہر محاذ پر پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ آج مسلمان ممالک نہ صرف یہ کہ باہم دست و گریباں ہیں بلکہ دشمنانِ اسلام کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مسلمان ممالک، خصوصاً عرب، فلسطینیوں کی حمایت کی بجائے اسرائیل کی حمایت کر رہے ہیں اور کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی حمایت کرنے کی بجائے بھارت کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی قوت، اتحاد اور اتفاق میں مضمر ہے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ تمام مسلمان قرآن و سنت کی بالادستی قائم کرتے ہوئے ایک ایسی مرکزیت وجود میں لائیں جو دشمنانِ اسلام سے بھرپور طور پر نبرد آزما ہو۔ صرف اِسی صورت میں مسلمانوں کو اللہ کی نصرت اور حمایت حاصل ہو گی اور تبھی مسلمان کفار کے ناپاک عزائم کو ناکام بنانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ ان شاء اللہ!

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

آج اُمت کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ سوئے رہتے ہیں، گپیں مارتے ہیں، دنیا جہان کے معاملات طے ہو رہے ہیں لیکن اللہ کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں۔ کل کوئی جھکنا چاہے گا تو وہ جھک نہیں سکے گا۔ حدیث کہتی ہے کہ اس کی کمر تختے کی مانند سخت کر دی جائے گی۔ رب حکم دے گا کہ جھکو لیکن جو دنیا میں نہ جھکا وہ آخرت میں جھکنا چاہے گا بھی تو نہیں جھک سکے گا۔ اللہ آج جھکنے کی توفیق عطا فرمائے۔

معراج کے تحائف میں سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات بھی شامل ہیں۔ سارا قرآن زمین پر عطا ہوا لیکن یہ دو آیات معراج پر بلا کر عطا ہوئیں۔ ارشاد ہوا:

’’ایمان لائے رسول (ﷺ) اس چیز پر جو نازل کی گئی اُن کی جانب اُن کے ربّ کی طرف سے اور مؤمنین بھی (ایمان لائے۔) یہ سب ایمان لائے اللہ پر' اُس کے فرشتوں پر' اُس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر۔ (یہ کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں میں کسی کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ پروردگار! ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی جانب لوٹ جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں ذمہ دار ٹھہرائے گا کسی جان کو مگر اس کی وسعت کے مطابق۔ اسی جان کے لیے ہے جو اس نے کمایا اور اسی کے اوپر وبال بنے گا جو اس نے برائی کمائی۔ اے ہمارے ربّ! ہم سے مؤاخذہ نہ فرمانا اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے۔ اور اے ربّ ہمارے! ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے تھے۔ اور اے ربّ ہمارے! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالنا جس کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ اور ہم سے درگزر فرماتا رہ! اور ہمیں بخشتا رہ! اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہمارا مولا ہے۔ پس ہماری مدد فرما کافروں کے مقابلے میں۔‘‘ (البقرہ: 286،285)

آگے فرمایا:

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪﴾ (النجم) ’’جو کچھ انہوں نے دیکھا اُن کے دل و دماغ نے اسے جھٹلایا نہیں۔‘‘

یعنی پوری صداقت کے ساتھ دیکھا ہے اور پوری تصدیق کی کیفیت کے ساتھ دیکھا ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اب آگے ان مشرکین سے کلام ہو رہا ہے جو کہہ رہے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ راتوں رات اتنا بڑا سفر کوئی کر لے۔ فرمایا:

﴿اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫﴾ ’’تو کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس چیز پر جسے وہ دیکھتا ہے!‘‘

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬﴾ ’’اور انہوں نے تو اس کو ایک مرتبہ اور بھی اُترتے دیکھا ہے۔‘‘

یعنی آپ ﷺ نے جبرائیل امین کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ یہ ساری تفصیلات احادیث مبارکہ میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ یہاں جو دیکھا اس کی کیفیت کیا ہے:

﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭﴾ ’’سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔‘‘

لفظ منتہیٰ انتہا سے ہے۔ یعنی اللہ کے عرش کے پاس وہ بلند ترین مقام جہاں سے آگے کوئی مخلوق نہیں جا سکتی۔ (سوائے آپ ﷺ کے) یعنی مخلوق کے لیے انتہا کا مقام۔ وہاں آپ ﷺ نے جبرائیل امین کو دیکھا اور انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول ﷺ! یہاں سے آگے اب میں نہیں جا سکتا۔ آگے فرمایا:

﴿عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ⑮﴾ ’’جنت الماویٰ بھی اس کے پاس ہی ہے۔‘‘

ماویٰ ٹھکانے کو بھی کہا جاتا ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اللہ کے جن نیک اور مقرب بندوں کو جنت عطا ہوگی وہ ان کے لیے ہمیشہ رہنے کا مقام ہوگا۔ یہ مقام بھی اللہ کے عرش کے قریب ہی ہے۔ آگے فرمایا:

﴿اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ⑯﴾ ’’جبکہ چھائے ہوئے تھا سدرہ پر جو چھائے ہوئے تھا۔‘‘

اہل علم نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات اور اس کے انوار کا نزول ہو رہا تھا۔ احادیث میں ہے کہ وہاں پر فرشتے محمد رسول اللہ ﷺ کے دیدار کے لیے موجود تھے کہ آج کس عظیم الشان مہمان کو بلایا گیا ہے۔

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰﴾ ’’(اُس وقت محمد ﷺ کی) آنکھ نہ کج ہوئی اور نہ ہی حد سے بڑھی۔‘‘

ایک عام آدمی جب کسی بہت بڑے بادشاہ کے محل میں چلا جائے تو وہ وہاں کی رونق کو دیکھ ششدر رہ جائے گا، اپنے ہوش و حواس میں ہی نہیں رہے گا۔ پھر اگلا مرحلہ یہ ہوگا کہ وہ وہاں دائیں بائیں دیکھنے لگے گا۔ یعنی وہ ان مناظر میں محو ہو جائے گا۔ لیکن آپ ﷺ کی توجہ ذرا بھی اپنے مقصد سے نہیں ہٹی۔ رب کائنات کی اس قدر انوار وتجلیات کا جو ظہور ہو رہا تھا اس کے مطابق محمد مصطفی ﷺ کو تحمل بھی عطا ہوا ہے۔ قرآن میں اللہ کہتا ہے:

سورۃ الحشر: اگر یہ قرآن پہاڑ پر نازل ہو جاتا ہے تو وہ اس کی ہیبت سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

یعنی یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا قلب اطہر ہے جسے اللہ نے قرآن جیسے کلام کے نزول کے لیے تیار کیا تھا۔

اہل علم کی بعض آراء کے مطابق یہاں رب کائنات کی ملاقات بھی آپ ﷺ سے ہوئی ہے اور رب کا دیدار بھی ہوا ہے البتہ اس میں کچھ علمی اختلاف ہے۔ بہرحال آپ ﷺ نے معراج کے موقع پر یکسوئی کے ساتھ اپنی توجہ اللہ کی تجلیات و انوار پر مرکوز رکھی۔ آگے فرمایا:

﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱﴾

’’انہوں نے اپنے رب کی عظیم ترین آیات کو دیکھا۔‘‘

ساتوں آسمانوں پر بہت سے انبیاء و رسل سے ملاقات بھی ہوئی ہے، تمام انبیا کی امامت حضور ﷺ نے کرائی۔ پھر جنت کے نظارے حضور ﷺ کو دکھائے گئے۔ آپ ﷺ نے آکر تفصیلات بتائی ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمرؓ! میں جنت میں تمہارا موتی والا محل دیکھ کر آیا ہوں۔‘‘ اسی طرح آپ ﷺ نے جہنم کے عذابوں کی کیفیات بھی واپسی پر بیان فرمائی ہیں۔ سود خوروں کا کیا انجام ہوگا، یتیم کا مال ہڑپ کرنے والوں کا کیا انجام ہوگا۔ زنا کرنے والوں کا کیا انجام ہوگا۔ امت کو لڑانے والے واعظین کا کیا انجام ہوگا، کس طرح ان کی لمبی لمبی زبانیں بڑی بڑی قینچیوں سے کاٹی جائیں گی۔

یہ سارے مشاہدات حضور ﷺ کو کرائے گئے۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جنۃ الماویٰ کا معاملہ، پھر رب کائنات کی تجلیات کا ظہور اور ملاقات کا شرف۔ یہ بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو رسول اکرم ﷺ کو عطا ہوئیں۔ بہرحال چونکہ یہ ہمارے عقیدے کا معاملہ بھی ہے۔ ہمارے لیے عملی پہلو یہ ہے کہ واقعہ معراج میں ہمیں نماز کا تحفہ عطا ہوا، ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے۔ ہمیں البقرۃ کی آخری دو آیات کا تحفہ عطا ہوا، ہمیں انہیں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضور ﷺ کے سامنے دودھ کا پیالہ، شراب کا پیالہ پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا۔ آپ ﷺ کو بشارت دی گئی کہ آپ ﷺ کی اُمت کو فطرت کی راہ سجھا دی گئی ورنہ شراب تو برباد کر دینے والی شے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں ان سے محبت بھی عطا فرمائے، ان کا ادب بھی سکھائے اور ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha1@yahoo.com

13

## حضورِ حق ـ 4 ـ (I)

بہ آں قوم از تو می خواہم کشادے
فقیہش بے یقینے ، کم سوادے
بسے نادیدنی را دیدہ ام من
'مرا اے کاشکے مادر نہ زادے'

**ترجمہ** اے اللہ! میں حاضر ہوں اور ایک مسلمان قوم (جو اُمت مسلمہ کا ایک اہم حصہ ہے اور جنوبی ایشیا میں صیہونی مغربی استعمار کی دو صدیوں سے غلام ہے، یہ) غلام ابن غلام اس بے چاری قوم کا کوئی پرسان حال نہیں۔ حالیؔ نے مسدس میں اُمت کے مرثیے کہے تھے۔ اس قوم کے فقیہ یقین و ایمان کی دولت سے محروم اور کم نظر ہیں حالات کے رخ کو سمجھتے بھی نہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ گزشتہ دو صدیوں میں مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے بعض اوقات ایسے ایسے واقعات و حالات سننے اور دیکھنے کو ملتے ہیں کہ دل و آنکھ اس پر یقین نہیں کرتے اور زبان پر سعدیؒ کا یہ مصرع جاری ہو جاتا ہے کہ 'مرا اے کاش کہ مادر نہ زادے' یعنی کاش مجھے مری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا کہ آج کا دن دیکھ سکوں۔ ایسی قوم کی بہتری اور اچھے دنوں کا آپ سے سوال کر رہا ہوں اور دست بستہ عرض گزار ہوں۔

**تشریح** لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ! میں اس قوم کے بہتر مستقبل اور منحوس مغربی استعمار کی غلامی سے نجات کے لیے سائل بن کر آیا ہوں جس کے رہنما قومی تقاضوں، قوم کے مستقبل اور قومی اُمنگوں سے نا آشنا ہیں جس کے عوام ایسے بے لگام اور بے لنگر جہاز کی طرح دربدر اور گمراہ ہو رہے ہیں کہ برا حال بیان سے باہر ہے۔ بقول اقبال قوم کو کرپٹ (گدھ نما) رہنماؤں نے نوچ نوچ کر کھالیا ہے اور باقی ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہے۔

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری اے کشتۂ سلطانی و ملائی و پیری

برطانوی ہند میں مسلمان قوم 25% اور غیر مسلم اقوام 75% ہے، جمہوری دور دنیا میں پھیل رہا ہے جس سے اس مسلمان قوم کو مخدوش مستقبل کا سامنا ہے بلکہ عالمی استعمار (یہود) اور ہندو مل کر اس مسلمان قوم (جس سے بنی اسرائیل خوف کھاتے ہیں) کو سپین کے مسلمانوں کے خاتمے کی طرح ختم کر دیں گے۔ اے اللہ! یہ وہی مسلمان قوم ہے جس کی طرف تیرے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ 'مجھے مشرق سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے'۔ اے اللہ! میں اسی مشرق کا باسی ہوں اور آپ سے بھیگی آنکھوں کے ساتھ ملتجی ہوں کہ اس قوم کو رہنما عطا فرما، جذبہ عمل اور ذوق آزادی عطا فرما۔ اس قوم اور اس خطے کو مستقبل میں تیرے دین کے فروغ کا سبب بننا ہے اس 'مُلکًا جبریًّا' سے ہمیں نکال اور اسلام کے نظام خلافت کی برکات سے نواز دے (آمین)۔ افسوس کہ ہمیں یہ دور دیکھنا پڑا اگر تو رحم کر دے تو پھر کسی چیز کا غم نہیں۔

## حضورِ حق ـ 4 ـ (II)

نگاہِ تو عتاب آلود تا چند
بتانِ حاضر و موجود تا چند
دریں بت خانہ اولادِ براہیم
نم پروردۂ نمرود تا چند

**ترجمہ و تشریح** اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ! ★ اے اللہ! تیری غضب ناک نگاہ (ناراضگی کا انداز) ہم غلاموں پر کب تک جاری رہے گا۔ اے اللہ! تو ہمیں معاف فرما، درگزر فرما آمین۔ اور جھوٹے خداؤں اور نظر آنے والے بتوں اور نظریات کے بتوں کی بالادستی کب تک رہے گی؟ تو مسلمانوں کو اس سے نجات عطا فرما۔ آمین

مغربی استعمار فرعون و نمرود کی طرح خدائی کا دعویدار ہے اور ہندو اکثریت سے ہمارا ٹکراؤ ہے۔ پتھر کے بت ہوں یا نظریات کے بت پرستی ہے۔ نیشنلزم، عوامی حاکمیت، نسل پرستی اور نسلی برتری، ڈارون و فرائڈ و مارکس و میکڈوگل وغیرہ کے یہ نظریاتی بت۔ اے اللہ! ان بتوں کی موجودگی میں ہم غلام کیا کریں تو آزادی کا جذبہ دے۔ آج اولادِ ابراہیمؑ ہمارے (مسلمان) رہنما و عوام وقت کے فرعون و نمرود سے مقابلہ کی بجائے انہیں کے ہاں سے مفادات لے رہے ہیں۔ اے اللہ! ایسے رہنماؤں سے ہمیں نجات دے، کوئی حقیقی مردِ مومن اور مردِ درویش رہنما بخش دے (تاکہ وہ قوم کو اس منحوس استعمار اور فرعونی تہذیب سے آزادی دلا سکے) یہ مغربی استعمار آسمانی ہدایت، خداشناسی اور خودشناسی کے باب میں فرعون و نمرود سے زیادہ خوفناک اور زہرناک ہے۔ اس عالمی صیہونی استعمار نے نظامِ تعلیم کو بدل دیا اور غیر محسوس طریقے پر ایک صدی کے اندر مسلمان قوم کے نظریات تلپٹ کر کے رکھ دیے اس کیفیت کا اکبرالہ آبادی نے فرعون کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یوں قتل کے بچوں سے وہ بدنام نہ ہوتا افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی! فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر کے کسی انقلاب آفرین شخصیت کے سدباب کے لیے خوش تھا دنیا میں بدنام بھی ہوا۔ مگر یہ مغربی صیہونی استعمار نظامِ تعلیم کو بدل کر سکول کالج یونیورسٹیاں بنا کر مسلمان نوجوان نسل کا ذہن بدل دیتا ہے اور وہ نام تبدیل کیے بغیر تہذیب فرنگ کا کلمہ پڑھ کے اور سرکاری ملازمت اختیار کر کے انگریز کے عدل و انصاف کے گیت گاتے ہیں اور یوں تہذیب فرنگ کی تبلیغ و اشاعت کے کام میں مصروف ہیں۔ اے اللہ، تو مسلمانوں کو آزادی دے تا کہ خداشناسی اور خودشناسی کا دورِ مسعود دنیا میں پھر آ سکے۔

★ یہ دعا حج و عمرہ کے زائرین کثرت سے طواف و سعی کے دوران پڑھتے ہیں:
لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، ..........

# اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام (ii)

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

## سرمایہ داری اور اشتراکیت کا تقابلی جائزہ

میں نے اسلام کے معاشرتی نظام پر گفتگو کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ یہ دو معاشی نظام (سرمایہ داری اور اشتراکیت) جو دنیا میں موجود ہیں' ان دونوں میں سے ہر ایک کا ایک نمائندہ لفظ (catch word) ہے جو اس نظام کے مرکزی خیال کی نمائندگی کرتا ہے۔ یعنی سرمایہ دارانہ نظام کا نمائندہ لفظ آزادی (freedom) اور اشتراکیت کا مساوات (equality) ہے۔ یہ دونوں ہی اعلیٰ اقدار ہیں اور ضمیر انسانی دونوں ہی کو پسند کرے گا۔ زیادہ اونچ نیچ کسی کو بھی پسند نہیں اور اسی طرح قدغنیں اور پابندیاں بھی کوئی پسند نہیں کرتا۔ البتہ مشکل یہی ہے کہ خود ان دونوں نظاموں میں عدل و اعتدال اور توازن وہ شے ہے جس کی تلاش میں انسان سرگرداں ہے' مختلف قسم کے تجربے کر رہا ہے' افراط و تفریط کے دھکوں سے ادھر سے اُدھر جا رہا ہے' لیکن بہرحال انسان اس نقطۂ اعتدال کا متلاشی ہے کہ جس میں یہ دونوں چیزیں (آزادی اور مساوات) سمو دی جائیں۔ ان ہی کوششوں کا ایک نتیجہ سوشلسٹ ویلفیئر سٹیٹ کا تصور ہے' جس کی سب سے بڑی نمائندگی سیکنڈے نیوین ممالک کر رہے ہیں جہاں وہ نظام ان دونوں کے ملاپ (synthesis) کی شکل میں سامنے آیا ہے۔

ان دونوں نظاموں کی بدبختی یہ ہے کہ ایک میں آزادی ہے مساوات نہیں اور دوسرے میں مساوات ہے آزادی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ میں آپ بحری جہاز سے ساحل پر اتریے یا ہوائی جہاز سے ایئرپورٹ پر اتریے' آپ کو فوراً محسوس ہوگا کہ یہاں آزادی ہے' اس کی فضا میں آزادی رچی بسی ہے۔ وہاں حکومت تقریباً غیر مرئی (invisible) محسوس ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہم پاکستانیوں کے لیے ایک مصیبت امیگریشن کی ہے' اس کے بعد آپ وہاں گھومیں پھریں تو اس کی فضا میں آزادی محسوس کریں گے۔ لیکن یہ آزادی مساوات کی قیمت پر حاصل ہوئی ہے۔ ایک قوم تہذیب و تمدن اور آزادی کے اعتبار سے اتنی بلندی پر ہے' لیکن دوسری طرف آپ کو نظر آجائے گا کہ مین ہیٹن میں ایسے اقلیتی محلے (ghettos) موجود ہیں جہاں انسان حیوانی سطح پر زندگی گزار رہے ہیں' حالانکہ اسی کے جنوبی کنارے پر وہ وال سٹریٹ ہے کہ جہاں دُنیا کی دولت کا بہت بڑا حصہ مرتکز ہے۔ وہاں پر آپ کو یہ فرق و تفاوت بالکل نمایاں نظر آجائے گا کہ ایک طرف وہ لوگ ہیں جن کی دولت کا کوئی اندازہ ہی نہیں' انہیں خود نہیں معلوم کہ ان کے پاس کتنی دولت ہے اور ایک طرف اسی مملکت کے وہ شہری ہیں جو خاص طور پر رات کے وقت زیر زمین راستوں اور ٹرینوں میں کیا کیا حرکتیں کرتے پھرتے ہیں اور شراب کی ایک بوتل کے لیے انسانی جان کے ساتھ کھیل جاتے ہیں۔ آپ کو یہ فرق و تفاوت عام نظر آئے گا' البتہ وہاں آزادی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ دوسری بات یہ کہ ایسی کامل مساوات کہ سب بالکل برابر ہو جائیں' یہ انہونی سی بات ہے جس کا کوئی تصور ممکن ہی نہیں ہے۔ لیکن یہ بہرحال ماننا پڑے گا کہ کمیونزم نے اس فرق و تفاوت کو کسی حد تک کم کیا ہے' لیکن یہ مساوات آزادی کی قیمت پر حاصل ہوئی ہے۔ آزادی کی وہ چڑیا ہاتھ سے جاتی رہی ہے جس کے لیے سفر کبھی شروع کیا گیا تھا۔

اس تمدنی ارتقاء کے سفر کو اگر ہم پچھلی دو تین صدیوں میں تلاش کریں تو اس کی ابتدا اور شروعات کا پتا چلے گا۔ پہلے ملوکیت اور جاگیرداری کا دور تھا۔ پوری دنیا میں' یورپ اور ہندوستان سمیت' بادشاہت اور جاگیرداری ایک عالمگیر نظام کی حیثیت سے رائج تھی۔ ہمارے ہاں بھی بادشاہ سلامت کے نیچے بیس ہزاری' تیس ہزاری منصب دار ہوتے تھے اور برطانیہ عظمیٰ میں بھی بادشاہ معظم کے نیچے لارڈز اور بیرنز (barons) ہوا کرتے تھے' جو عوام کا خون نچوڑتے تھے۔ انسان نے اس محکومی سے اور اس ''تمیز بندہ و آقا فسادِ آدمیت'' سے نکلنے کے لیے چھلانگ لگائی اور اس کے لیے بڑی محنت کی۔ بادشاہوں کے خدائی حقوق (Divine rights of the Kings) اور جاگیرداروں کے تسلط سے آزادی حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا' انسان نے اس کے لیے بڑی محنت کی' قربانیاں دیں' تب جا کر آزادی حاصل ہوئی اور پھر جمہوریت آئی' آزادی کا سورج طلوع ہوا' لیکن اس آزادی نے اقتصادیات کے راستے سے سرمایہ داری (capitalism) کی شکل اختیار کر لی اور پھر آزادی ختم ہوگئی' بایں معنی کہ پہلے جاگیردار مسلط تھا اب سرمایہ دار مسلط ہوگیا۔ اس طرح آزادی کی چڑیا پھر بھی ہاتھ نہ آئی۔ اسی کے ردّعمل کے طور پر کمیونزم نے آزادی کے حصول کے لیے اور اس سرمایہ دارانہ نظام کی لعنت سے نجات پانے کے لیے چھلانگ لگائی۔ ان کو تھوڑی بہت کامیابی ملی اور کسی درجے میں اس سرمایہ داری کی لعنت سے نجات مل گئی' لیکن پارٹی ڈکٹیٹر شپ اور یک جماعتی ریاست (totalitarian state) سے وہ آزادی کی چڑیا پھر ہاتھ سے نکل گئی۔ یہ اس پورے افراط و تفریط کے دھکوں کے سفر کا خلاصہ ہے جس سے پوری نوعِ انسانی گزری ہے۔

ہمارے ہاں آزادی کا یہ سفر ابھی چل رہا ہے۔ میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ نظریۂ ارتقاء کی رو سے (unicellular organism) سے نوعِ انسانی (homo sapiens) تک کا جو سفر لاکھوں کروڑوں سالوں میں طے ہوا ہے' رحمِ مادر میں وہی سفر نو مہینے میں طے ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ پورا process جو یورپ اور مغرب میں صدیوں میں طے ہوا' اب ہمارے ہاں جس کو آپ ''تیسری دنیا'' (third world) کہتے ہیں' وہی سفر چند سالوں کے اندر طے ہو رہا ہے۔ ہم بھی اسی مرحلے سے گزر رہے ہیں' ہمارے ہاں بھی جاگیرداری اور وڈیرہ شاہی نظام اب ٹوٹ پھوٹ رہا ہے اور اس کی جگہ پر جمہوریت اُبھر رہی ہے اور پھر جمہوریت کی اگلی منزل وہی آزادی و مساوات کا نقطۂ اعتدال ہے جو اسلامی نظام کا مرکزی خیال ہے۔ اس prosess کو اگر آپ نے اسلام کے رخ کی طرف نہ موڑا تو پھر آپ کا سفر بھی مغرب کی طرح طویل ہوتا جائے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں ابھی تک اسلامی معیشت کی طرف رُخ کی تبدیلی کا معاملہ کہیں ہو نہیں پایا۔ یہ ہمارے ذہنوں میں' ہماری تحریروں میں' ہمارے دعووں میں' ہمارے مقالات میں اور ہمارے نعروں میں تو ہے' لیکن زمین پر کسی جگہ پر بالفعل اس کی حقیقت کا کوئی ظہور موجود نہیں ہے۔

یہاں یہ بات بھی نوٹ کر لیں جو میں نے اپنے گزشتہ خطاب ''اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام'' میں بڑے مفصل اور مدلل انداز میں بیان کی تھی کہ اگر ہم اسلامی نظام کا مرکزی خیال (basic theme) معین کرنا چاہیں تو وہ ہے عدل و قسط' انفرادی اخلاق میں بھی اور

اجتماعی نظام میں بھی۔ یوں سمجھئے کہ اسلام آزادی اور مساوات کے درمیان بھی عدل قائم کرتا ہے تاکہ نہ آزادی اتنی بڑھ جائے کہ مساوات کو بالکل ہڑپ کر جائے اور نہ ہی مساوات کا ہوا اتنا بڑھ جائے کہ وہ آزادی کو بالکل نگل جائے۔ اسلام کا مرکزی تصور عدل ہے اور وہ اس عدل کو زندگی کے ہر گوشہ میں نافذ کرتا ہے۔

اسلام کے نظامِ معیشت کو بیان کرنے سے پہلے ہم قدیم نظامِ معیشت سرمایہ داری اور اشتراکیت کے فرق کو واضح کرتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام میں ذاتی ملکیت (private ownership) کا تصور ہے‘ جو نہ صرف زیر استعمال اشیاء (articles of use) بلکہ ذرائع پیداوار (means of production) کو بھی محیط ہے۔ جبکہ کمیونزم کا آغاز تو اس عزم سے ہوا تھا کہ انفرادی ملکیت سرے سے ہونی ہی نہیں چاہیے‘ سب کچھ قومی ملکیت ہو‘ لیکن انتہا پر پہنچنے کے بعد رفتہ رفتہ وہ اپنے نشاناتِ قدم پر واپس پلٹے ہیں اور وہ بھی زیر استعمال اشیاء کی ذاتی ملکیت کے قائل ہو گئے ہیں۔ بلکہ وہ تو کچھ اور incentive بھی دے رہے ہیں‘ کسی حد تک انٹرسٹ بھی دوبارہ وہاں آ رہا ہے۔ لیکن کمیونزم کا اصل الاصول یہ ہے کہ ذرائع پیداوار (means of production) جن سے پیداوار حاصل کی جائے‘ جن سے نفع حاصل کیا جائے‘ چاہے وہ کھیت ہو‘ دکان ہو‘ کارخانہ ہو‘ انفرادی ملکیت میں نہیں ہوں گے بلکہ قومی ملکیت میں ہوں گے۔

اب اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے‘ اس پر غور کریں۔ انسان کی ایک جبلت ہے کہ جو شے اُس کی ذاتی ملکیت ہو‘ اسے معلوم ہو کہ یہ میری شے ہے وہ اس میں ترقی کے لیے محنت کرتا ہے‘ کوشش کرتا ہے۔ اس کو آپ ذاتی حوصلہ مندی (personal incentive) کا نام دیتے ہیں کہ میں محنت کر رہا ہوں‘ بھاگ دوڑ کر رہا ہوں‘ مجھے اُمید ہے کہ اس سے میں جو کچھ بھی حاصل کروں گا وہ میرا ہو گا اور پھر میرے بعد میری اولاد کو بھی منتقل ہو جائے گا۔ چنانچہ انفرادی ملکیت کے تصور سے اس میں کام کرنے کا جذبہ زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہ جبلتیں (animal instincts) ہیں جن کو ہمیں تسلیم کرنا چاہیے۔ لہٰذا انفرادی ملکیت میں پیداوار (production) زیادہ ہے‘ اقتصادی ترقی تیز ہے‘ البتہ اس کا نتیجہ عدم مساوات کی صورت میں نکلتا ہے اور امیر و غریب کے مابین فرق بڑھتا چلا جاتا ہے۔ سرمایہ داری کا اصول یہ ہے کہ ملازموں کو رکھنے یا فارغ کرنے (hire and fire) کا پورا اختیار سرمایہ دار (capitalist) کے پاس ہونا چاہیے‘ نہیں تو وہ نظام نہیں چل سکتا۔ یہ جو بیچ بیچ کا نظام ہے اس میں سوائے تصادم کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ سرمایہ دار کہتا ہے کہ میرا کارخانہ ہے‘ آپ کام کرنا چاہتے ہیں تو میں اتنی اُجرت دوں گا‘ آپ اس اجرت پر کام کرنا چاہتے ہیں تو کیجیے اور اگر آپ اپنا کام ٹھیک نہیں کر رہے تو مجھے اختیار ہونا چاہیے کہ میں فوراً اسی وقت آپ کو گیٹ سے باہر نکال دوں۔ اس نظام میں یقیناً پیداوار زیادہ ہو گی‘ لیکن haves and have-nots کا فرق و تفاوت بڑھتا چلا جائے گا۔

دوسری طرف اگر ہر چیز قومی ملکیت میں ہو تو پیداوار کم ہو گی‘ کیونکہ آدمی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے‘ ذاتی مفاد نہیں ہے تو وہ کیوں زیادہ کام کرے؟ وہ تو مارے باندھے کو کام کرے گا۔ اس کی نگرانی ہو گی یا کوئی کم از کم معیار مقرر کر دیا جائے گا کہ اس سے کم کام کیا تو جرمانہ یا سزا ہو گی‘ تو جرمانہ یا سزا کے خوف سے تو کام کرے گا‘ لیکن خود اس میں جذبہ نہیں اُبھرے گا کہ وہ زیادہ محنت کرے‘ زیادہ مشقت کرے‘ تاکہ زیادہ پیداوار ہو۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس قومی ملکیت کے تصور میں haves and have-nots کا فرق و تفاوت بہت کم ہو گا جو سرمایہ دارانہ نظام میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصدقہ اعداد و شمار کے حوالے سے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ زرعی رقبہ اشتراکیت کے علمبردار روس کے پاس زیادہ ہے لیکن پیداوار سرمایہ دارانہ نظام کے علمبردار امریکہ میں زیادہ ہوتی ہے۔ امریکہ غذائی اجناس برآمد کرتا ہے جبکہ روس درآمد کرتا ہے۔ اگرچہ سائنسی تحقیق کے میدان میں تو روس نے کندھے سے کندھا ملا رکھا ہے لیکن باقی ہر میدان میں اور خاص طور پر معیشت میں اس کا برا حال ہے۔ تو یہ درحقیقت سرمایہ داری اور اشتراکیت کا منطقی نتیجہ ہے۔ ان دونوں نظاموں کے اس فرق کو سمجھ کر ہمیں اسلام کے معاشی و اقتصادی نظام کو سمجھنے کی طرف آگے بڑھنا ہو گا۔

## سرمایہ داری اور اشتراکیت میں مماثلت

ان نظاموں کے حوالے سے ایک بنیادی بات اور سمجھ لیں کہ یہ دونوں نظام اگرچہ اقتصادی طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں‘ نقیض ہیں‘ لیکن بعض چیزیں ان میں قدرِ مشترک کے طور پر بھی موجود ہیں۔

(1) مادہ پرستی: ان نظاموں کی نظریاتی اور فکری اساس ایک ہی ہے‘ یعنی مادہ پرستی اور سیکولرازم۔ یہ مادیت (materialism) ہی تھی جس نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر جدلی مادیت (dialectical materialism) کی شکل اختیار کر لی۔ مادہ پرستی کی اس آخری منطقی انتہا جدلی مادیت میں مذہب‘ اخلاقیات اور روحانیت کا سرے سے انکارِ محض ہے‘ جبکہ مادیت بھی بہرحال انسانی زندگی میں یہ دو خانے ضرور بنا دیتی ہے کہ مذہب کو اپنی ذات کی حد تک رکھو‘ جو چاہو عقیدہ رکھو‘ جس چیز کو چاہو پوجو۔ سماجی رسومات (social customs) کی حد تک بھی تمہیں تھوڑی بہت آزادی ہے‘ جبکہ باقی پوری اجتماعی زندگی سے مذہب کا کوئی تعلق نہیں۔ گویا مذہب اگر وہاں ہے بھی تو برائے نام اور ایک علامت (symbol) کی حیثیت‘ اس سے زیادہ نہیں۔ ان دونوں نظاموں میں درحقیقت دین‘ مذہب‘ آسمانی ہدایت‘ اللہ کا یا کسی خالق کائنات کا کوئی تصور‘ مدبر کائنات کا کوئی تصور‘ کسی آسمانی ہدایت کا کوئی تصور سرے سے خارج از بحث ہے۔

(2) جمہوریت: دوسری چیز جو ان دونوں کے نزدیک متفق علیہ ہے وہ جمہوریت ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ ہمارا جمہوری (democratic) نظام ہے‘ چاہے انہوں نے یک جماعتی نظام کی جمہوریت اختیار کی ہے یا دو جماعتی نظام کی‘ چاہے وہ جمہوریت صدارتی نظام کی ہو یا وفاقی نظام کی۔ اس ضمن میں یونین آف سوویت سوشلسٹ ری پبلک (USSR) کو بھی حالات کے جبر کے تحت کچھ آگے بڑھنے پر مجبور ہونا پڑ گیا ہے۔

یہ دونوں چیزیں ان میں قدرِ مشترک کے طور پر موجود ہیں‘ فرق صرف کیفیت کا (qualitative) ہے۔ جمہوریت‘ انسانی حاکمیت اور انسانی خود مختاری کا تصور ان دونوں کے ہاں ہے‘ پھر یہ کہ مذہب کی کوئی علامتی حیثیت ہو تو ہو لیکن ان کے ہاں اصل شے مادیت ہے اور ان کے نزدیک کائنات کی اساس مادہ ہے۔ آپ یوں کہہ لیجیے کہ ان دونوں نظاموں کی بنیاد اور اساس ایک ہے اور فرق صرف واجبی سا ہے۔ باقی یہ دونوں ’’اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ‘‘ کا مصداق ہیں --- کفر کے کتنے بھی رنگ (shades) اور کتنی ہی مختلف صورتیں ہوں وہ درحقیقت ایک ہی شے اور ایک ہی ملت ہے۔ یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ اسلام کا معاملہ ان دونوں سے بنیادی طور پر جدا ہے۔ اسی لیے ہم نے ’’اسلام کا نظامِ حیات‘‘ کے موضوع پر سلسلہ وار خطابات کا آغاز ایک تمہیدی خطاب ’’اسلامی نظام کی نظریاتی اساس: ایمان‘‘ سے کیا تھا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس تمہید کے پس منظر میں سمجھا جائے کہ ’’اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام‘‘ ہے کیا!

## اسلام کے دو معاشی نظام

اسلام کے معاشی نظام کے ضمن میں پہلی بات جو میں عرض کر رہا ہوں وہ آپ میں سے اکثر حضرات کے علم میں ہو گی' لیکن شاید یہ اندازِ تعبیر کسی اور نے اختیار نہ کیا ہو۔ میں یہ اندازِ تعبیر' بات کو سمجھانے کے لیے اور چونکانے کے لیے استعمال کر رہا ہوں تاکہ ذہن بیدار ہو جائیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس سے بہت بڑی الجھنیں (confusions) حل ہو جاتی ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اسلام کا اقتصادی نظام ایک نہیں دو ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ از ابتدا تا انتہا مکمل ہیں۔ دونوں کا اپنا اپنا فلسفہ ہے' دونوں کا مختلف نظریہ ملکیت' نظریہ حقوق اور نظریہ قدرِ زائد (surplus value) ہے اور یہ تمام چیزیں کسی بھی معاشی نظام میں بنیادی اہمیت کی حامل ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ اسلام کا ایک اقتصادی تصور ایمان کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے اور یہ بات ذہن میں مستحضر رہے کہ یہ ایمانِ حقیقی ہے' نہ کہ ایمان قانونی' جس پر ہم گزشتہ خطابات میں تفصیل سے گفتگو کر آئے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ اسلام کا ایک ایمانی' اخلاقی' روحانی یا احسانی نظامِ معیشت ہے اور دوسرا اسلام کا قانونی اور فقہی نظامِ معیشت ہے۔ ان دونوں میں خاصا فرق وتفاوت ہی نہیں بلکہ تضاد بھی موجود ہے۔

بہرحال یہ ایک اندازِ تعبیر ہے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی نظام کے دو رخ یا دو پہلو ہیں' اور یہ دونوں بہت حد تک ایک دوسرے پر منحصر (interdependent) بھی ہیں اور باہم مربوط (interconnected) بھی۔ اور اسلام کی اصل برکات وثمرات کا کامل ظہور ان دونوں کے اتصال واجتماع ہی سے ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ کہنا ہرگز غلط نہ ہو گا کہ اگر ان میں سے ایک پہلو نگاہوں سے اوجھل رہ جائے اور توجہ صرف ایک ہی پر مرتکز ہو جائے تو اس سے جو تصویر سامنے آئے گی وہ بہت بعید از حقیقت ہو گی۔ ان دونوں کے تقاضے بسا اوقات مختلف ہی نہیں متضاد ہوتے ہیں' تاہم ان دونوں کے امتزاج ہی سے اسلام کا کامل نظامِ معیشت وجود میں آتا ہے۔ آپ چاہیں تو ان دونوں پہلوؤں کو ''دعویٰ'' (thesis) اور ''جوابِ دعویٰ'' (anti-thesis) سے تعبیر فرما لیں اور اسلام کے مجموعی اقتصادی نظام کو ان دونوں کا امتزاج (synthesis) قرار دے لیں' بہرحال ان کے وجود سے انکار ممکن نہیں ہے!

## اسلام کی قانونی اور اخلاقی تعلیمات میں فرق

اسلام کی قانونی اور اخلاقی تعلیمات کے مابین جو فرق وتفاوت بہت سے معاملات میں موجود ہے' اس کے لیے میں ایک سادہ سی مثال قصاص اور عفو کی پیش کیا کرتا ہوں۔ دونوں اعلیٰ اخلاقی اقدار ہیں۔ فرض کیجیے کسی شخص نے آپ پر ظلم کیا' زیادتی کی اور آپ کو تھپڑ بھی مارا۔ اب اگر آپ مجبور ہیں' بدلہ نہیں لے سکتے تو ظاہر بات ہے کہ ''قہر درویش بر جانِ درویش'' کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس صورت میں آپ نے صبر کیا ہے تو اس میں کوئی روحانی ترفع' کوئی اخلاقی بلندی نہیں ہے۔ اور اگر آپ بدلہ لینے پر قادر ہیں لیکن آپ معاف کر دیتے ہیں تو اس معاف کرنے سے آپ کے اندر ایک روحانی ترفع پیدا ہو گا' آپ کو روحانی ترقی نصیب ہو گی۔ یہ اسلام کا اخلاقی اور روحانی نظام ہے جو عفو ودرگزر کی تلقین کرتا ہے:

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾﴾ (الشوریٰ)

''البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے تو بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔''

دوسری جانب اسلام کا قانونی اور فقہی نظام ہے جو بدلے اور قصاص کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ آپ بدلہ لینا چاہتے ہیں تو بدلہ لیں' تھپڑ کا جواب تھپڑ سے دیں:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ﴾ (المائدۃ:45)

''اور ہم نے لکھ دیا تھا ان پر اس (تورات) میں کہ جان کے بدلے جان' آنکھ کے بدلے آنکھ' ناک کے بدلے ناک' کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر زخم۔''

قصاص کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (البقرۃ:179) ''اے ہوشمندو! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔''

عفو اور قصاص دونوں ہی اعلیٰ اخلاقی اقدار ہیں۔ عفو میں انفرادی اعتبار سے روحانی ترقی ہے اور قصاص میں اس دنیا کے نظام کی درستگی ہے۔ اگر سبھی عفو کرنے لگ جائیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ مجرموں' ظالموں اور شریروں کی حوصلہ افزائی ہو گی' وہ اور کھل کھیلیں گے۔ ایک شخص نے آج آپ کو تھپڑ مارا ہے' کل کسی اور کو مارے گا' لیکن اگر اس کو جوابی تھپڑ مل گیا تو اس کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے۔ اسلام کا پورا نظامِ حدود وتعزیرات اسی بنیاد پر ہے کہ جرائم اور مظالم کی حوصلہ افزائی نہیں بلکہ روک تھام کرنی ہے تاکہ مجرموں کے ہوش ٹھکانے آ جائیں۔ اسلام نے اس قسم کی سزائیں تجویز کی ہیں کہ ایک آدمی کو سزا ملے اور ہزاروں کے اوپر لرزہ طاری ہو جائے' اس لیے کہ اس کے بغیر معاشرہ درست نہیں ہو گا۔ اب عفو روحانی انفرادی ترقی کے اعتبار سے اعلیٰ قدر ہے اور قصاص اس پورے دنیوی انتظامی معاملات کو درست رکھنے کے لیے اعلیٰ قدر ہے۔ بظاہر عفو وقصاص ایک دوسرے کی بالکل ضد ہیں لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ انسانی معاشرہ ان دونوں میں سے صرف ایک پر استوار ہو سکتا ہے۔ دونوں اپنے اپنے مقام پر لازم اور ناگزیر ہیں اور حسنِ معاشرت ان دونوں کے امتزاج سے وجود میں آتا ہے۔

اس پر قیاس کر کے سمجھ لیجیے کہ اسلام کے معاشی نظام کے بھی دو پہلو ہیں' چنانچہ ایک جانب اسلام کا قانونی اور فقہی نظامِ معیشت ہے جس کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ یہ ایک نوع کی محدود سرمایہ داری (controlled capitalism) ہے' اس لیے کہ اس میں انفرادی سرمایہ کاری کی اجازت موجود ہے' اگرچہ اسے ''سرمایہ دارانہ نظام'' بننے سے بعض تحدیدی اقدامات نے روک دیا ہے---- دوسری طرف اسلام کا روحانی اور اخلاقی نظامِ معیشت ہے' جس کے بارے میں میں پورے انشراحِ صدر سے عرض کرتا ہوں کہ وہ نہایت اعلیٰ قسم کی روحانی اشتراکیت (spiritual socialism) ہے اور ایسا کامل سوشلزم ہے کہ اس کے آگے کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ (جاری ہے)

### دعائے صحت کی اپیل

☆ امیر حلقہ جنوبی پنجاب کے مشیر جناب سعید اظہر عاصم بیمار ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا

# حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

فرید اللہ مروت

## نام و نسب

اسماء رضی اللہ عنہا نام ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام قتیلہ تھا۔ جو قریش کے ایک مشہور و معزز سردار عبد العزیٰ کی بیٹی تھیں عبد اللہ بن ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے حقیقی بھائی تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی سوتیلی بہن تھیں، جو ان سے عمر میں چھوٹی تھیں۔

## لقب

ذات النطاقین ان کا لقب تھا، جس کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت جب حضور ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں مقیم تھے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان کے پاس کھانا لے جاتیں اور کھلا کر واپس آ جاتی تھیں۔ ایک دفعہ ناشتہ اور پانی کا مشکیزہ باندھنے کی ضرورت ہوئی۔ انہوں نے اپنا نطاق کمر سے کھول کر دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے ناشتہ اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ باندھا۔ اس پر دربار نبوتؐ سے آپ کو ''ذات النطاقین'' کا لقب ملا۔

## ولادت

ہجرت سے ستائیس سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئیں۔ اُس وقت ان کے والد بزرگوار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر بیس سال سے کچھ زائد تھی۔

## نکاح

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام سے شادی ہوئی جو آنحضرت ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

## اسلام

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بڑی جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ مکہ میں اسلام لائیں اور آنحضرت ﷺ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ قبول اسلام میں ان کا شمار سابقون الاوّلون میں سے ہے۔ کیونکہ یہ سترہ آدمیوں کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

## ہجرت

آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اور اطمینان حاصل ہوا تو مستورات کے بلانے کی تجویز پیش ہوئی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے زیدؓ بن حارثہ اور اپنے غلام ابو رافع کو مکہ بھیجا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا ایک آدمی بھیج دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے صاحبزادے عبد اللہ اپنی ماں اور دونوں بہنوں (حضرت عائشہؓ و حضرت اسماءؓ) کو لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جب مقام قباء میں پہنچیں تو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائیں آپؐ نے گود میں لے کر گھٹی پلائی۔ اور دعا سے سرفراز فرمایا یہ پہلی ولادت باسعادت ہے، جو ہجرت کے بعد اسلام میں ہوئی۔

## اولاد

حضرت اسماءؓ کے بطن مبارک سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام کے پانچ صاحبزادے، عبد اللہ، عروہ، منذر، عاصم، مہاجر اور تین صاحبزادیاں، خدیجۃ الکبریٰ، ام الحسن، عائشہ پیدا ہوئیں۔

## عام حالات

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھیں۔ محنت و مشقت میں آپ کو کوئی عار نہ تھا۔ چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خود اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بے بضاعتی، تنگ دستی، اپنے اہم فرائض خانہ داری کی انجام دہی اور ذمہ داریوں کی داستان اس طرح بیان کرتی ہیں: ''جب میری شادی حضرت زبیر بن العوامؓ سے ہوئی۔ اس وقت اُن کے پاس نہ مال تھا، نہ کوئی غلام، بے حد تنگ دست، فقیر و مفلس تھے۔ ایک گھوڑا اور ایک اونٹ تھا اور میں ہی ان کی خبر رکھتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ایک قطعہ نخلستان کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔ جو مدینہ سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا۔ وہاں سے روزانہ کھجور کی گٹھلیاں جمع کر کے اپنے سر پر اٹھا کر گھر تک لاتی تھی۔ اور پھر خود ہی دلتی اور گھوڑے کو کھلاتی، پانی بھرتی، ڈول کھینچتی اور گھر کا جو کچھ کام ہوتا وہ بھی میں ہی انجام دیتی۔ کچھ عرصے کے بعد میرے باپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میرے پاس ایک غلام بھیج دیا۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کم مائیگی اور تنگ دستی کی وجہ سے امور خانہ داری میں بہت احتیاط سے کام لیتی تھیں۔ اور ہر چیز کو بقدر ضرورت ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں۔ حضور ﷺ نے ان کو منع فرمایا کہ ناپ تول کر نہ خرچ کیا کرو ورنہ خدا تعالیٰ بھی اتنا ہی دے گا۔ چنانچہ انہوں نے یہ عادت چھوڑ دی۔

چونکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ایک راسخ العقیدہ مسلمان خاتون تھیں اس لیے مشرکین کی سخت دشمن تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت کی تو ابو جہل ان کے گھر آئے اور زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا باہر آئیں۔ ابو جہل نے کڑک کر پوچھا: ''لڑکی تیرا باپ کدھر ہے۔'' آپؓ نے جواب دیا: ''میں کیا بتا سکتی ہوں۔'' یہ سن کر ابو جہل نے اس زور کا تھپڑ مارا کہ ان کے کان کی بالی ٹوٹ گئی اور چہرے پر انگلیوں کے نشان بن گئے۔ انہوں نے ابو جہل کی قہر و غضب کی پرواہ نہ کی اور ہجرت کے راز کو اپنے دل میں محفوظ رکھا۔ ایک مرتبہ ان کی والدہ کچھ تحفے تحائف لے کر دیکھنے کو آئیں۔ چونکہ وہ اس وقت مشرکہ تھیں اس لیے انہوں نے ان کے تحفے قبول نہیں کیے۔ اور نہ اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ آنحضرت ﷺ سے دریافت کر لیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تحفے قبول کر لو۔ اور ان کو اپنے گھر میں مہمان رکھو۔ خدا تعالیٰ کا بھی یہی ارشاد ہے۔ جیسا کہ کلام اللہ کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے۔

''جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے۔ اور انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ ان کے ساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے خدا تعالیٰ تم کو نہیں روکتا ہے۔ (کیونکہ) اللہ تعالیٰ منصفانہ برتاؤ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تم کو ان ہی لوگوں سے دوستی کرنے کو منع کرتا ہے۔ جو تم سے دین کے بارے میں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ اور تمہارے نکالنے میں (تمہارے مخالفوں کی) مدد کی اور جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی رکھے گا (تو سمجھا جائے گا کہ یہی لوگ (مسلمانوں پر) ظلم کرتے ہیں۔'' (ممتحنہ:8،9)

اس کے بعد انہوں نے تحفے قبول کیے اور والدہ کو اپنے مکان میں قیام کرنے کی اجازت دی۔

## حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی سادگی

باوجود یکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بعد میں جاہ و ثروت اور دولت سے مالا مال ہو گئی تھیں۔ لیکن انہوں نے اسلام کی سادگی کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا وہ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتیں، خشک روٹی سے شکم پُری کرتیں۔ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔

## سخاوت

فیاضی اور سخاوت، جو عرب کا اصلی جوہر ہے وہ ان کے مزاج میں بہت زیادہ تھی اپنے بچوں کو ہمیشہ وعظ و نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اپنا مال دوسروں کے کام نکالنے اور اُن کی مدد کرنے کے لیے ہوتا ہے نہ کہ جمع کرنے کے لیے۔ اگر تم اپنا مال اللہ کی مخلوق پر نہ خرچ کرو گے اور بخل کرو گے تو اللہ بھی تم کو اپنے فضل و کرم سے محروم رکھے گا۔ تم جو کچھ صدقہ کرو گے یا خرچ کرو گے وہی تمہارے لیے ایک ذخیرہ ہوگا اور وہ ایسا ذخیرہ ہے جو نہ کبھی کم ہونے والا ہے اور نہ

جس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔

حضرت اسماء ؓ جب کبھی علیل ہو جاتیں تو تمام غلاموں کو آزاد کر دیتی تھیں۔ حضرت عائشہ ؓ نے اپنی وفات کے وقت ایک قطعہ زمین کا ترکہ میں چھوڑا تھا۔ وہ حضرت اسماء ؓ کے حصہ میں آیا۔ انہوں نے اس کو ایک لاکھ درہم میں فروخت کر کے وہ رقم اعزہ واقارب پر تقسیم کر دی۔

## ہمت واخلاق

حضرت اسماء ؓ مجسم پیکر اخلاق تھیں۔ ان میں اخلاص نیک نیتی کا مادہ فطرتاً ودیعت ہوا تھا۔ بنی نوع کی ہمدردی کی طرف بہت مائل تھیں۔

## فضل وکمال

آپ بڑی ذی فہم، راسخ الاعتقاد، قلب کی مضبوط، نہایت بُردبار اور بہت صابر تھیں۔

لوگ حضرت اسماء ؓ کے بہت معتقد تھے اور بڑی عقیدت مندی سے ملتے تھے۔ اُن کے تقدس وعظمت کا عام شہرہ تھا۔ ہر شخص دعائے خیر کا طالب رہتا تھا۔ لوگ مصیبت کے وقت خصوصیت سے دعا کراتے تھے کبھی کوئی عورت بخار میں مبتلا ہوتی اور وہ دعا کرانے کے لیے آتی تو آپ اس کے سینہ پر پانی چھڑک دیتیں اور کہتیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بخار آتش جہنم کی گرمی ہے۔ اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

جب کبھی آپ ؓ کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو آپ آنحضرت ﷺ کے جُبہ کو جس کو حضرت عائشہ ؓ نے وفات کے وقت حضرت اسماء ؓ کے سپرد کیا تھا دھو کر اس کا پانی پلا دیتی تھیں۔ (مسند احمد)

حضرت اسماء ؓ نے کئی حج کیے، پہلا حج آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی کیا تھا۔

## مرویات حدیث

آپ ؓ نے آنحضرت ﷺ سے تقریباً 56 حدیثیں بھی روایت کی ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں۔ جن کو بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام ؓ نے اُن سے روایت کیا ہے۔

## طلاق

حضرت زبیر ؓ کے مزاج میں تیزی بہت تھی۔ باہمی مخالفت سے کشیدگی کی نوبت آ گئی۔ جو آخر میں باعث طلاق ہوئی۔ طلاق کے بعد حضرت اسماء ؓ اپنے صاحبزادے عبداللہ ؓ کے پاس رہنے لگیں۔

## اپنے بیٹے کو قیمتی نصائح

حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے گھٹی میں آنحضرت ﷺ کا لعاب مبارک پیا تھا۔ اس بنا پر جب سن شعور کو پہنچے تو فضائل اخلاق کے پیکر مجسم تھے۔ ادھر سلطنت بنوامیہ کا فرمانروا (یزید) سرتاپا فسق وفجور تھا۔ حضرت عبداللہ ؓ نے اس کی بیعت سے انکار کیا۔ مکہ میں پناہ گزیں ہوئے اور وہیں سے اپنی خلافت کی صدا بلند کی۔ چونکہ حضرت عبداللہ ؓ کی عظمت وجلالت کا ہر شخص معترف تھا اس لیے تمام دنیائے اسلام نے اس صدا پر لبیک کہی اور ملک کا بڑا حصہ ان کے عَلم کے نیچے آ گیا، لیکن جب عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا تو اس نے اپنی حکمت عملی سے بعض صوبوں پر قبضہ کر لیا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کے مقابلہ کی تیاریاں کیں۔ شامی لشکر نے خانہ کعبہ کا محاصرہ کیا تو ابن زبیر ؓ حضرت اسماء ؓ کے پاس آئے، وہ بیمار تھیں پوچھا ''کیا حال ہے''؟ بولیں ''بیمار ہوں'' کہا ''آدمی کو موت کے بعد آرام ملتا ہے۔'' حضرت اسماء ؓ نے کہا ''شاید تم کو میرے مرنے کی تمنا ہے، لیکن میں ابھی مرنا پسند نہیں کرتی میری آرزو یہ ہے کہ تم لڑ کر قتل ہو اور میں صبر کروں یا تم کامیاب ہو اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔''

ابن زبیر ؓ ہنس کر چلے گئے، شہادت کا وقت آیا تو دوبارہ ماں کی خدمت میں آئے، وہ مسجد میں بیٹھی تھیں صلح کے متعلق مشورہ کیا، بولیں؟ بیٹا! قتل کے خوف سے ذلت آمیز صلح بہتر نہیں۔ کیونکہ عزت کے ساتھ تلوار مارنا ذلت کے ساتھ کوڑا مارنے سے بہتر ہے۔''

حضرت عبداللہ ؓ نے اپنی والدہ محترمہ کی یہ زرّیں نصیحت سن کر کہا مجھ کو یہ خوف ہے کہ اہل شام مرنے کے بعد طرح طرح کے عذاب دیں گے حضرت اسماء ؓ نے فرمایا: بیٹا! جو کچھ تم نے اپنا خیال ظاہر کیا وہ بے شک درست ہے۔ لیکن جب لوگ بکری کو ذبح کر ڈالیں تو پھر خواہ اس کا پوست نکالیں، خواہ قیمہ کریں، بکری کو کوئی اذیت نہیں پہنچتی۔'' اس کے بعد حضرت عبداللہ ؓ نے اپنی والدہ محترمہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ ماں نے اپنے لخت جگر کو گلے لگایا، ماتھا چوما۔ بیٹے کے جسم پر زرہ پر ہاتھ پڑا تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ عرض کیا: ''زرہ ہے تاکہ دشمن کے حربوں سے بچاؤ ہو۔ آپ ؓ نے فرمایا: ''بیٹے اللہ کی راہ میں شہید ہونے کے لیے نکلتے ہو اور ان عارضی چیزوں کا سہارا لیتے ہو۔'' بیٹے نے زرہ اتارا، سر پر سفید رومال باندھ لیا اور کہا: ''اماں جان اب میرے جسم پر معمولی لباس ہے۔'' ماں نے کہا ''بیٹا میں خوش ہوں جاؤ اللہ کے راستے میں لڑو۔'' بیٹے نے تلوار اٹھائی اور دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ کافی دیر شجاعت سے لڑ کر شہید ہو گئے۔ حجاج بن یوسف کو ان کی شہادت سے بڑی خوشی ہوئی اور حکم دیا کہ ابن زبیر ؓ کی لاش کو مقام حجون میں سولی پر الٹا لٹکا دیا جائے تاکہ لوگ ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔

## حجاج بن یوسف کو دانداں شکن جواب

راست گوئی حضرت اسماء ؓ کا خاص شعار تھا۔ چنانچہ حجاج بن یوسف ایسے ظالم وجفا کار کے سامنے بھی آپ ؓ نے راست گوئی کو ترک نہیں کیا اور نہایت دنداں شکن جواب دیئے۔ جب حضرت عبداللہ ؓ کی شہادت کے بعد حجاج حضرت اسماء ؓ کے پاس آیا اور کہا کہ تمہارے لڑکے عبداللہ ؓ نے خدا کے گھر میں بے دینی، الحاد پھیلایا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک شدید عذاب نازل کیا، تو حضرت اسماء ؓ نے جواب دیا کہ تو جھوٹا ہے۔ میرا لڑکا ملحد نہ تھا۔ بڑا صائم، شب بیدار، پرہیزگار، عبادت گزار اور ماں باپ کا فرماں بردار لڑکا تھا۔ مگر میں نے آنحضرت ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے کہ قبیلہ ثقیف سے دو آدمی پیدا ہوں گے جن میں سے پہلا دوسرے سے برتر ہو گا۔ سو ایک کذاب (مختار ثقفی) کو تو میں دیکھ چکی اور دوسرا ظالم جس کو میں اب دیکھ رہی ہوں تو ہے۔

حجاج آپ کے اس تلخ جواب سے جل گیا اور پیچ وتاب کھا کر خاموش رہا۔ ایک روایت سے یہ واقعہ بھی ثابت ہے کہ جب حجاج نے حضرت اسماء ؓ سے کہا کہ میں نے تمہارے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو آپ نے جواب دیا: تو نے میرے بیٹے کی دنیا خراب کی اور اپنی آخرت۔ چند دنوں کے بعد عبداللہ بن مروان کے حکم سے وہ لاش حجون سے اُتاری گئی۔ حضرت اسماء ؓ نے منگوا کر غسل دلایا۔ لاش کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے تھے غسل دینے کے وقت بڑی دقت ہوئی۔ لیکن یہ عبرت ناک منظر بھی حضرت اسماء ؓ نے دیکھا اور صابر وشاکر رہیں۔

## وفات

حضرت اسماء ؓ خدائے لایزال کی بارگاہ میں دعا مانگا کرتی تھیں کہ جب تک عبداللہ ؓ کی نعش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے چنانچہ حضرت عبداللہ کی شہادت کو ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت اسماء ؓ نے اپنی حیات مستعار کے سو سال پورے کر کے جمادی الاول 73ھ میں بمقام مکہ معظمہ انتقال کیا۔

حضرت اسماء ؓ باوجود اس کے کہ سو سال کی عمر تک پہنچ گئی تھیں لیکن ان کا ایک دانت بھی نہ ٹوٹا تھا اور ہوش وحواس بالکل درست تھے۔ آپ کا قد دراز تھا اور جسم پُر گوشت۔ آخر وقت تک آپ کے تمام قویٰ صحیح وسالم رہے۔

# ہماری ریاستِ مدینہ؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ریاستِ مدینہ میں کرکٹ کی آڑ میں کیا مناظر پیش ہو رہے ہیں؟ یہ محض اتفاق تھا کہ اخبار میں پی ایس ایل کی افتتاحی تقریب میں آتش بازی کی تصویر دیکھی۔ روشنیوں کے دائروں میں کورونا کا سرخ پھندنوں والا معروف دائرہ دیکھ کر متجسس ہو کر اصل خبر دیکھنے کو لیپ ٹاپ کھولا۔ اسٹیڈیم میں یہ آتش بازی کا منظر تھا، مگر اس سے پہلے کے مناظر سارے آتشیں مخلوق (شیاطین) کی دنیا سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کورونا کی علامت کو دیکھنا چاہا تھا وہ پیچھے رہ گیا، اخلاقی کورونا میں لت پت لڑکے لڑکیاں رنگا رنگ افتتاحی تقریب میں حیا کے چیتھڑے اڑانے پر مامور تھے۔ شہ سرخی تھی: ''فنکاروں نے ماحول گرما دیا۔'' اسی گرمی نے تو سال پہلے اسی PSL کے دوران کورونا بخار چڑھا کر انہیں قرنطینہ کی قید دی تھی۔ تب آخری مناظر میں اسی طرح حسینہ قتالہ کی رونمائی کی تصاویر وائرل ہوئیں۔ پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی۔ سال بھر کورونا کے تھپیڑے کھانے کے بعد حدیث میں مذکور اونٹ کی طرح نادان ہیں، جو یہ نہیں جانتا کہ مالک نے باندھا کیوں اور کھولا کیوں۔

افتتاحی پروگرام استنبول میں ریکارڈ کیا گیا۔ ارطغرل ڈرامے کی فنکاراؤں جیسی (عام زندگی میں جو مغربی اداکاراؤں کو شرما دیں) لڑکیوں کی کھیپ رنگین روشنیوں میں لڑکوں کے ہمراہ تھرکتی کودتی خبر کے مطابق ماحول میں بجلیاں بھر رہی تھیں۔ یہ ایمان لیوا بجلیاں کسی مہذب آنکھ کے دیکھے جانے کے لائق تک نہ تھیں۔ چند لمحے ان مناظر کی جھلک میں بے یقینی اور صدمے سے بھری کیفیت میں جو دیکھا لب پہ آ سکتا نہیں۔ محو حیرت ہوں 'ریاست' کیا سے کیا ہو جائے گی! تادیر رنج والم میں ڈوبی کیفیت میں ملک بھر پر نظر دوڑاتی رہی۔ الیس منکم رجل رشید؟ کوئی ایک بھی لگام دینے والا نہیں؟ دینی جماعتوں کے اکٹھ اور ٹھٹھ، سینیٹ اور اسمبلیوں میں نمائندگی؟ یہ دیدہ دلیرانہ فحش کاری 'ولا تقربوا الفواحش' کے تناظر میں یوم مذمت کی متقاضی ہے، تاکہ آگے بریک لگے۔ ابھی تو مارچ میں مارچیوں کو بھی آنا ہے۔

''جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔'' (النور:19)

کتاب اللہ کے اس حکم کا اطلاق اشاعتِ فاحش کے ان سبھی مناظر پر ہوتا ہے جو ملک بھر میں نشر ہوئے۔ قرآن اسے جرم قرار دے کر لائقِ تحسین نہیں لائقِ سزا ٹھہرا رہا ہے۔ کلمہ صرف پارلیمنٹ کی بلڈنگ کی پیشانی پر لکھ کر ریاست مدینہ نہیں بن جاتی۔ وزارت مذہبی امور کو اس پر صدر، وزیراعظم کو تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ نبی ﷺ کی اُمت دنیا کو آگ، عذاب النار سے بچانے پر مامور ہے۔ اے بندۂ مومن تُو بشیری تو نذیری! نبی مکرم ﷺ کا فرمان: ''تم لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے روشنی کے لیے آگ جلائی، مگر پروانے ہیں کہ اس پر ٹوٹے پڑتے ہیں جل جانے کے لیے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح آگ سے بچیں مگر پروانے اُس کی ایک نہیں چلنے دیتے۔ ایسا ہی حال میرا ہے کہ میں تمہیں دامن پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گرے پڑتے ہو۔''
(بخاری، مسلم)

ہمیں آج دنیا کو آگ سے بچانے کے مشن پر بحیثیت مسلمان مامور کیا گیا تھا مگر ہمارا نوجوان حرص وہوس کی جان وایمان لیوا آگ بھڑکانے میں ناقابل برداشت، ناقابل یقین حیا سوز مناظر تخلیق کر رہا ہے۔ زبوں حال معیشت کا پیسہ اشاعت فحش کے مذموم مقاصد کے لیے پھونکا جا رہا ہے؟ ہر ایک لچر سی چیز کو کلچر کا نام دو، عریاں کثافتوں کو ثقافت کہا کرو۔ یہ کرکٹ کے نام پر جوئے، شراب، تھرکتا اختلاط، منشیات کا اکٹھ ہے۔ نوجوان نسل سے اخلاق وکردار اور اعلیٰ مقاصد کے لیے جینے کی امنگ چھین کر اسفل سافلین بنا دینے کی فیکٹریاں ہیں۔

پاکستان کو دین واخلاق سے عاری کرنے والے ہمارے سیکولر ماڈریٹ اپنے مغربی آقاؤں کا حال تو ذرا ملاحظہ فرما لیں۔ ان پر برستے عذابوں کے کوڑے اندھے کو بھی بینا کر دیں اگر شعور کی رمق بھی باقی ہو۔ البتہ تو یہ ہے کہ غلام پیشہ، احساسِ کمتری اور مغرب سے مرعوبیت کے مرض میں مبتلا طبقات ہی ازل سے ہمارے نام نہاد اشرافیہ ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں الحاد، دہریت اور کفریہ طرز حیات کو ترس ترس کر دیکھنا اور اس پر ریجھنا ذہناً مغلوب، شکست خوردہ بے شناخت ہونے کی بنا پر ہے۔ فکر وفہم کی صلاحیتیں زنگ آلود ہو کر نری نقالی باقی رہ گئی ہے۔ قوم کے اس حال کو پہنچنے کی ذمہ داری ایک طرف حکمرانوں پر اگر عائد ہوتی ہے تو دینی جماعتیں بھی اس ذمہ داری میں برابر کی شریک ہیں۔

ارطغرل کے ''ڈرامائی جہاد'' کو جواز بخشنے اور رمضان المبارک کی بیش قیمت راتیں اس میں جھونکنے پر خاموشی یا صرفِ نظر نے ہمیں یہ دن دکھائے ہیں۔ یاد رہے کہ اس حیا سوز تقریب کا اہتمام استنبول میں انہی حیا باختہ اداکاروں، اہتمام کاروں کا مرہونِ منت ہے۔ زمانے کی رو میں نسلیں تنکے بن کر بہی چلی جا رہی ہیں اور ہم صرف علماء کے جنازے پڑھ رہے ہیں۔ سزا ہی مسلط ہے ہم پر کہ اللہ بہترین لوگ واپس بلا رہا ہے۔ ہم محروم کیے جا رہے ہیں اور پیچھے یہ کچرا طوفانِ بے حیائی بپا کیے جا رہا ہے۔ قوم کا باشعور طبقہ ٹک ٹک دیدم کی تصویر بنا خاموش بیٹھا ہے۔ حق کے لیے کہنا اچھا...... کوئی اور کہے تو اور اچھا۔ نہی عن المنکر، کر کے برا کیوں بنیں؟ معاشرہ اب اسے خلافِ اخلاق سمجھتا ہے۔ برائی پر خاموش رہنا اعلیٰ اخلاق بنا دیا گیا ہے۔ روکنے ٹوکنے والا تہذیب سے عاری، بدو جانا جاتا ہے۔

جس دنیائے کفر سے احکام وصول کرتے ہم نے یہ دن دیکھے ہیں وہ کورونا کے تھپیڑوں سے ابھی سنبھلا بھی نہ تھا کہ موسمیاتی میزائلوں کی زد میں آ گیا۔ خود کہہ رہے ہیں کہ ''ہم قدرت کے اس قہر وغضب کے لیے بالکل تیار نہ تھے۔'' امریکا کی 34 ریاستیں برفاب بارشوں، برفانی طوفانوں کی لپیٹ میں ہیں۔ ٹیکساس، امریکا کی دوسری سب سے بڑی ریاست (تین کروڑ کے لگ بھگ آبادی جو اصلاً گرم علاقہ ہے) غیر معمولی طور پر برف کی لپیٹ میں ہے۔ لوگوں کے پاس گرم کپڑے یا اس موسم کے لیے ڈھلا نظام موجود نہیں۔ ریکارڈ کم درجۂ حرارت نے غیر متوقع قیامت کھڑی کر دی ہے۔ بجلی سے محروم، صاف پانی سے محروم، غذائی کمی کا سامنا، گرتے درخت، راستے سڑکیں مسدود، برف جمنے سے پھٹتی پائپ لائن، اور کہیں برف کے بوجھ تلے گرتی چھتیں ہیں۔ سڑکوں پر شدید

# امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

## (11 تا16 فروری 2021ء)

جمعرات (11 فروری 2021ء) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (12 فروری 2021ء) کو جامع مسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعدازاں معمول کی مصروفیات رہیں۔

ہفتہ (13 فروری 2021ء) کو طے شدہ پروگرام کے مطابق اسلام آباد پہنچے۔ نیول انکریج اسلام آباد میں بعد نماز مغرب ''قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر 45 منٹ خطاب فرمایا، جس میں 40 کے قریب نیول اور ائیرفورس کے ریٹائرڈ افسران نے شرکت کی۔ بعدازاں سوال وجواب کی نشست بھی ہوئی۔ رات کے کھانے کے بعد وہاں سے روانگی ہوئی۔

اتوار (14 فروری 2021ء) کو بعد نماز فجر امیر حلقہ اسلام آباد، ڈاکٹر ضمیر اختر خان کے گھر پر ائیرفورس کے کچھ ریٹائرڈ افسران سے ملاقات کی اور مختصر خطاب کیا جس میں تنظیم کی دعوت وطریقہ کار پر گفتگو فرمائی۔ بعدازاں سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ صبح 09:00 بجے جامع القرآن مسجد پیہونٹ کے لیے روانگی ہوئی۔ 10:00 بجے اجتماع کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد امیر حلقہ اسلام آباد نے مختلف تناظیم ومنفرد اُسرہ جات کا تعارف پیش کیا۔ سوال وجواب کی نشست کے بعد امیر محترم نے خطاب فرمایا۔ بعدازاں مبتدی وملتزم رفقاء سے الگ الگ بیعت مسنونہ کا اہتمام کیا گیا اور آخر میں حلقہ کے ذمہ داران سے تعارفی نشست ہوئی۔

نماز عصر تا عشاء قرآن اکیڈمی بلیو ایریا اسلام آباد میں انجمن خدام القرآن کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرمائی۔ عشائیہ پر اجلاس کا اختتام ہوا۔

پیر (15 فروری 2021ء) کو صبح 07:00 بجے نائب ناظم اعلیٰ شمالی پاکستان کے ہمراہ پیہونٹ کے لیے مبتدی وملتزم رفقاء کے تربیتی کورسز میں شرکت کے لیے روانگی ہوئی۔ 08:00 تا 12:00 بجے دونوں کورسز کے شرکاء کو جہاد فی سبیل اللہ اور فضائل دعوت ونظام دعوت کے موضوعات پر لیکچرز دیے۔ سہ پہر 1:30 بجے فیض آباد سے بذریعہ بس لاہور کے لیے روانگی ہوئی۔

منگل (16 فروری 2021ء) کو صبح حلقہ لاہور غربی کے ایک رفیق سے ان کے نجی معاملہ سے متعلق ملاقات کی۔ ناظم تعلیم وتربیت، خورشید انجم اور ایک سالہ کورس کے کوآرڈینیٹر ملک شیر آفگن سے ملاقات کی۔ اس موقع پر نائب امیر بھی ہمراہ رہے۔ بعد نماز ظہر انجمن خدام القرآن سرگودھا کے صدر محترم مقبول سے نائب ناظم اعلیٰ پرویز اقبال کے ہمراہ کھانے پر ملاقات کی۔ پھر ناظم اعلیٰ اور نائب امیر سے ملاقات رہی جو بعد نماز مغرب تک جاری رہی۔ بعدازاں قرآن اکیڈمی میں بانی محترمؒ کے چاروں صاحبزادگان سے نائب امیر، ناظم نشرواشاعت اور ناظم شعبہ انگریزی کے ہمراہ غیررسمی ملاقات کی اور عشائیہ میں شرکت کی۔

## اقوالِ زریں

(1) وہ علم جس کی آڑ میں دنیا کمائی جائے بہت بُرا ہے۔ (حضرت عثمان غنیؓ)

(2) کتابیں علماء کے باغ، حکمت بزرگوں کی ریاضت اور علم ادبا کی خوش طبعی کا سامان ہے۔ (حضرت علیؓ)

(3) میں نے قبر سے زیادہ واعظ، کتاب سے زیادہ مخلص دوست اور تنہائی سے زیادہ بے ضرر ساتھی کوئی نہیں دیکھا۔ (عبداللہ بن زبیرؓ)

(4) علم دل کو اس طرح زندہ رکھتا ہے جیسے بارش خشک زمین کو۔ (حضرت لقمانؒ)

پھسلن کے باعث درجنوں گاڑیاں جا بجا حادثات کا شکار۔ انسانیت کو زخم زخم کر کے جنگوں سے بھسم کرنے والا امریکا اپنی سفاک سردمہری پر برف پھانک کر ٹھٹھرا پڑا ہے۔ 15 کروڑ امریکی بنیادی شہری سہولیات سے محروم پتھر کے زمانے میں جا پڑے ہیں۔ بجلی نہ ہونے سے گھروں میں آگ جلانے سے آگ بھڑکنے کے لاتعداد واقعات، کاربن مونو آکسائیڈ چڑھ جانے سے اموات۔ لوگ پوچھ رہے ہیں آپس میں: کیا یہ واقعی امریکا ہے؟ (نہیں یہ افغانستان ہے یا شام اور فلسطین ہے!) صدر بائیڈن روتے دھوتے ٹیکساس کے عوام کو تسلی دے رہے ہیں: ''ہم ٹیکساس اوکلاہوما کے لیے دعائیں کر رہے ہیں!'' بعض علاقے وہ ہیں جو چھ ماہ پہلے آنے والے سمندری طوفانوں سے سنبھلے بھی نہ تھے کہ ناگہانی برفوں نے آلیا۔ کورونا پس منظر میں چل رہا ہے۔ سردی یوں بھی اسے زیادہ سازگار ہے۔ اربوں ڈالر کا معاشی ٹیکا مزید لگا ہے ایک ایک بڑی ریاست میں۔ عذاب اور کسے کہتے ہیں؟

کورونا کا دیا معاشی خسارہ بھی کم تو نہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ پوری دنیا میں 25 لاکھ اموات اور 11 کروڑ متاثرین بنا ڈالنے والا کورونا کوک کے ایک کین میں فٹ آسکتا ہے۔ اربوں کی زندگی تلپٹ کر ڈالی۔ برطانیہ میں اس کا مزید نیا ماڈل 'کینٹ' (Kent) وائرس 70 فیصد زیادہ متعدی اور 30 فیصد زیادہ ہلاکت خیز ہے۔ ہر آن یہ چولے بدل بدل کر (mutate ہو کر) آرہا ہے۔ اس پر کام کرنے والے ماہر پی کاک نے کہا: اس کے خلاف جنگ ایک لمبا پراجیکٹ ہوگا، ہمیں سالہا سال اس کا پیچھا کرنا ہوگا۔ نہتا کورونا اور نہتے افغان امریکا نیٹو کی جان کے لاگو چھکے چھڑا رہے ہیں ان کے۔ بائیڈن طالبان کے ساتھ معاہدے پر اب گوموں میں ہے۔ اپنی مجروح (امریکی) انا کے ہاتھوں امن معاہدے سے نکلنے کے چکر میں ہے۔ بیس سال افغانستان کے پہاڑوں کی خاک پھانک کر، تابوت، معذور اور پاگل یا خودکشیاں کرتے فوجی وصول کر کے بھی دوبارہ اسی سوراخ میں ہاتھ ڈالنے کی خواہش باقی ہے! جہاندیدہ عمر رسیدہ بائیڈن سے ٹرمپ زیادہ سیانا تھا جو امریکا کو ذلت سے بچا کر مذاکرات کی میز پر سے نکال لے جانے کا سودا کر گیا تھا۔ دوبارہ اوکھلی میں سر دینے کا ارادہ ہے تو امریکا جان لے کہ: دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لیے تنگ...... اب تو یوں بھی افغانستان کے اصل حکمران طالبان ہی ہیں، کابل میں محصور امریکی سائے تلے اشرف غنی نہیں!

# آہ محترم محمد جمیل احمد

عطاء الرحمٰن عارف

ابھی اظہر ریاض کا غم تازہ تھا کہ ایک اور دیرینہ محترم محمد جمیل احمد کی جدائی کا دکھ سہنا پڑ گیا۔ ان کے ساتھ تعلق 2005ء سے تھا بلکہ اس سے قبل نوبل پوائنٹ کے دورہ ترجمہ قرآن میں ایک صاحب قرآن مجید سامنے رکھے اپنے بیٹوں کے جھرمٹ میں توجہ سے ترجمہ قرآن سنا کرتے پائے جاتے تھے۔ دیگر رفقاء سے معلوم ہوا کہ ایک سالہ کورس میں شریک ہیں۔ 2005ء کے اعتکاف میں ان سے قریبی تعلق قائم ہوا جس کے دوران انہوں نے پوزیشن ہولڈر کے طور پر حاضرین سے خطاب کیا۔ یہ محترم جمیل احمد تھے۔ نہایت شفیق، نڈر، پختہ عقیدہ والے، اسلامی شعائر کو شعوری طور پر اختیار کرنے والے، باطل رسومات کے منکر، اولاد میں فکر آخرت کی مربی، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والے اور اقامت دین کی جدوجہد کی فرضیت سے بخوبی آگاہی رکھنے والے۔

نظم نے گھریلو اسرہ کی ترغیب تو بعد ازاں دی لیکن انہوں نے یہ عادت اپنے گھر میں عرصہ دراز سے قائم رکھی تھی کہ تربیت اولاد کے لیے ترجمہ قرآن، احادیث، سیرت صحابہ کے مطالعہ، دروس کا سلسلہ اپنے گھر میں مستقل معمول کے طور پر برقرار رکھا۔ خود بھی مطالعہ کے شوقین تھے اور یہی صفات ان کے بیٹوں میں نظر آتی ہیں۔

2004ء میں سعودی عرب سے واپس آ کر ایک سالہ قرآن فہمی کورس کیا۔ تکمیل کے ساتھ ہی یٰسین آباد اکیڈمی کی تعمیر کا آغاز ہو چکا تھا۔ استاد محترم انجینئر نوید احمد نے محترم جمیل احمد سے وقت دینے کی بات کی اور انہوں نے اس کی حامی بھری تو پھر پسپائی اختیار نہ کی۔ مسلسل 16 سال تک بلا معاوضہ و بلا ناغہ صبح سے ظہر تک کا وقت اکیڈمی کو دیا۔ بطور ناظم انتظامی امور اکیڈمی کے معاملات کو نہایت جانفشانی، ذاتی دلچسپی اور دلجمعی کے ساتھ رواں رکھا۔ سال یا دو سال بعد اپنے بیٹوں کے پاس سعودی عرب جایا کرتے تھے۔ قرآن اکیڈمی یٰسین آباد کی تعمیر اور آباد کرنے میں اشفاق مرحوم اور محترم جمیل کی سعی و جدوجہد ان دونوں حضرات کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ 2012ء میں کراچی میں سال دوم کا آغاز ہوا تو ایک بار پھر وہ طالب علم کی حیثیت سے کلاس روم میں آ گئے۔ انتظامی معاملات کے ساتھ ساتھ نہایت مشقت اور دلچسپی کے ساتھ یہ سال دوم مکمل کیا اور ایک بار پھر پوزیشن حاصل کی۔

ان کے ساتھ ایک ہی مقامی تنظیم میں مسلسل 14 سال کا ساتھ رہا ہے۔ نقیب کے طور پر بھی کام کرتے دیکھا اور پھر ناظم تربیت کی حیثیت سے سات سال رفقاء کی تربیت میں معاونت کی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان مقامی تنظیم میں جس کے یہ ناظم تربیت رہے تمام ملتزم رفقاء تربیتی کورس سے گزرے ہیں، یہ ان کی ذاتی محنت و کاوش ہے۔ مدرس بھی تھے اور عرصہ 3 سال سے تین مقامات پر دروس کی ذمہ داری ادا کی ہے۔ بات صرف تنظیم کی نہیں بلکہ پورے علاقہ کی تمام دس مساجد کے آئمہ وخطباء سے ذاتی تعلق قائم تھا۔ دین کی دعوت کا کام اکثر مساجد کے منبر سے عوام تک پہنچانے میں ایک خاص کردار تھا جو انہوں نے ادا کیا۔

اپنے خاندان میں سے صرف اولاد ہی نہیں بلکہ بھائیوں، بھتیجوں کو اقامت دین کی جدوجہد میں شامل کرنے کے لیے بھرپور محنت کی۔ آج ان کے خاندان کے کتنے ہی بچے ان کے لیے صدقہ جاریہ بنے ہوئے ہیں۔ اپنے خاندان میں جہیز کی لعنت اور فضول رسومات ختم کرنے میں قابل تقلید کردار ادا کیا۔ شادی بیاہ میں سنت پر عمل کرنے کے حوالہ سے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ آج کے دور میں یہ کس طرح ممکن ہے اور اس ذیل میں راقم جانتا ہے کہ مخالفتوں کو کس طرح برداشت کیا حتیٰ کہ یہ سنت عمل صرف چھ بیٹوں ہی نہیں بلکہ بیٹی کی شادی کے موقع پر بھی اختیار کیا۔ ہمیشہ سفر پر ہوتے ہوئے بھی اسرہ/ مقامی تنظیم/ اکیڈمی کے معاملات پر باخبر رہا کرتے تھے اور اپنے حلقہ ہائے دروس قرآنی کی حاضری اور کیفیت کا بھی جائزہ لیتے رہتے تھے۔ یہ ان کی دین کے لیے تڑپ اور اقامت دین کی جدوجہد کے ساتھ قلبی وابستگی کا عملی ثبوت ہے۔ قرآن اکیڈمی کے ساتھی اور بفرزون کے رفقاء ان کی کمی تادیر محسوس کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین


## ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے دو بیٹوں، ایک ڈاکٹر آف فارمیسی، عمر 27 سال اور دوسرا عمر 26 سال، تعلیم ایم فل کے لیے لیڈی ڈاکٹرز کے رشتے درکار ہیں۔
برائے رابطہ: 0320-4358378
0346-4439929

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم، عمر 31 سال، کو عقد ثانی (پہلی بیوی فوت، دو بیٹیاں، عمر ایک سال اور دو ماہ) کے لیے صوم وصلوٰۃ کی پابند، دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0302-3951300

☆ بٹ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم بی اے کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0331-4004921

☆ لاہور میں رہائش پذیر مرزا فیملی کو اپنی بیٹی (خلع یافتہ، ایک بیٹی ساتھ) عمر 32 سال، تعلیم ایم بی اے فنانس، ایم اے ایجوکیشن، بی ایڈ، ایم ایڈ، تجوید قرآن مجید، قد "5'.2، خوب سیرت وخوش شکل کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0333-6337761
0302-6346678

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 34 سال، ذاتی کاروبار کو عقد ثانی کے لیے (پہلی بیوی موجود، اولاد نہیں) دیندار، پردہ کی پابند خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0322-4492929

☆ بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ایم کام، قد 5 فٹ 4 انچ کے لیے دینی مزاج کے حامل، ہم پلہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-2398090

☆ راجپوت فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم ایف اے، کے لیے دینی مزاج کی حامل ہم پلہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-2398090

☆ ایک دینی گھرانے کو اپنی بیٹی، عمر 20 سال، عالمہ کورس میں زیر تعلیم، صوم وصلوٰۃ اور پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0300-4708607

کے مفادات پورے کر رہے تھے۔ خاص طور پر جنگ عظیم اوّل میں ان غداروں نے سلطنت عثمانیہ کو توڑنے اور ختم کرنے میں بنیادی رول ادا کیا۔ مغرب کے کئی محاذوں پر ایسے غدار جرنیلوں نے محض دشمن کو فتح دلوانے کے لیے ہتھیار ڈال دیے اور کئی علاقوں میں دشمنوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے خواہ مخواہ جنگ چھیڑی گئی جس کا الٹا نقصان عثمانی سلطنت کو ہوا۔ مصر کے محاذ پر بھی سلطنت عثمانیہ کو اندرونی غداروں کی وجہ سے شکست ہوئی۔ جہاں تک عرب باغیوں کا تعلق ہے تو اس حوالے سے شریف مکہ اور آل سعود کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے جو صرف علاقائی تعصب کی بنیاد پر سلطنت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کر رہے تھے اور اس بغاوت کے پیچھے بھی دشمن کا ہاتھ لارنس آف عریبیہ اور ہمفرے کی صورت میں موجود تھا جو برطانوی خفیہ ایجنسی کے جاسوس تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ دشمن دونوں طرف کھیل رہا تھا یعنی ایک طرف ترکی میں ینگ ترک موومنٹ کے ذریعے ترک قوم پرستی کا نعرہ لگوا رہا تھا اور دوسری طرف اس کے ردعمل میں عرب علاقوں میں عرب قوم پرستی کو ہوا دے رہا تھا۔ یہ ممکن ہے کہ آل سعود اور شریف مکہ میں پہلے سے اقتدار کی خواہش ہو اور اس خواہش کو دشمن نے خلافت عثمانیہ کو توڑنے کے لیے استعمال کیا ہو۔ ان عرب باغیوں کو بغاوت کھڑی کرنے کے لیے تمام تر اسلحہ بارود اور فوجی تربیت مغربی خصوصاً برطانوی سی آئی اے دے رہی تھی۔

خلافت کو ختم کرنے کے لیے دشمنوں نے جتنی کوششیں کیں ان کا مقصد دنیا میں جمہوریت کا قیام نہیں تھا اور نہ انسانیت کو عدل و انصاف مہیا کرنا تھا بلکہ اصل مقصد پوری دنیا پر اپنی بالادستی قائم کرنا تھا۔ ظاہر ہے اس کے لیے ان کو ایک ایسے نظام کی ضرورت تھی جو بظاہر بڑا دلفریب ہو، لیکن اصل میں مقاصد اس گروہ کے پورے کر رہا ہو جس کے پنجے میں اب پوری دنیا ہے۔ لہٰذا پوری دنیا پر سرمایہ دارانہ نظام کا غلبہ اصل مقصد تھا۔ بظاہر انہوں نے کہیں جمہوریت قائم کی اور کہیں بادشاہتیں۔ لیکن دنیا پر اصل غلبہ اس وقت سرمایہ دارانہ نظام کا ہے جو پوری دنیا کی اقوام کو کنٹرول کر کے ایک مخصوص گروہ کی عالمی حکومت کے قیام کا راستہ ہموار کر رہا ہے اور انسانیت سرمایہ دارانہ نظام کے استحصالی شکنجے میں جکڑی جا چکی ہے۔ اس سے نجات دلانے کی اصل ذمہ داری اس بہترین امت کے کندھوں پر ہے جسے انسانیت کی خاطر برپا کیا گیا اور خصوصاً اُس واحد اسلامی ایٹمی طاقت پر جس کے بانی نے بسترِ مرگ پر فرمایا تھا: ’’اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ اس ملک خداداد کو خلافتِ راشدہ کا نمونہ بنائیں تاکہ اللہ اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو دنیا کی خلافت عطا کرے‘‘۔

بقول مصورِ پاکستان ؎

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر


**رفقاء متوجہ ہوں** ان شاءاللہ

’’قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی‘‘ میں

12 تا 14 مارچ 2021ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

## مبتدی و ملتزم نظریاتی ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

1۔ جن رفقاء کو ملتزم تربیتی کورس مکمل کیے ہوئے پانچ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے، ان کی نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی جبکہ مبتدی نظریاتی ریفریشر کورس میں مبتدی نصاب کا مطالعہ نہ کرنے والے رفقاء کی شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی۔ البتہ امیر حلقہ کی اجازت سے احباب بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

2۔ اس کورس سے جو مبتدی/ ملتزم رفقاء گزریں گے ان کے مبتدی/ ملتزم نصاب کا مطالعہ/ سماعت مکمل متصور ہوگی۔

3۔ جو رفقاء اس کورس میں جزوی شرکت کریں گے وہ جس قدر نظریاتی ریفریشر کورس کے نصاب/ موضوعات سے گزریں گے، اس کے بقدر مبتدی/ ملتزم نصاب کے موضوعات کا مطالعہ/ سماعت مکمل متصور ہوگی۔

4۔ اس کورس میں وہ مبتدی/ ملتزم رفقاء بھی شامل ہو سکیں گے جنہوں نے ابھی مبتدی/ ملتزم تربیتی کورس نہ کیا ہو۔ البتہ نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت رفیق کو مبتدی/ ملتزم تربیتی کورس سے مستثنیٰ نہیں کرے گی اور مبتدی/ ملتزم تربیتی کورس اسے بہرحال کرنا لازم ہوگا۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021-34306041

**المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)35473375-78**

**رفقاء متوجہ ہوں** ان شاءاللہ

## تنظیم اسلامی کے فاضلین درسِ نظامی کا خصوصی اجتماع

21 تا 23 مارچ 2021ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز منگل نماز ظہر)

**بمقام**

دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23- کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور

قیام کی صورت میں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

**المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)35473375-78**

# The Reshaping of Global Agriculture: The WEF Agenda Behind India's Modi Government's "Farm Reform"

In September 2021 the UN will hold a Food Systems Summit. The aim will be to reshape world agriculture and food production in the context of the Malthusian UN Agenda 2030 "sustainable agriculture" goals. The recent radical farm laws from the government of Narendra Modi in India are part of the same global agenda, and it's all not good.

In Modi's India, farmers have been in massive protest since three new farm laws were rushed through Parliament last September. The Modi reforms were motivated by a well-organized effort of the World Economic Forum (WEF) and its New Vision for Agriculture, part of Klaus Schwab's Great Reset, the corporate side of the UN Agenda 2030.

In September, 2020 in a rushed Parliamentary voice vote, rather than a duly-registered formal vote, and reportedly with no prior consultation with Indian farmer unions or organizations, the government of Prime Minister Narendra Modi passed three new laws radically deregulating India's agriculture. That has sparked months of national farmer protest and nationwide strikes.The protests which are spreading across all India, demands repeal of the three laws.

In effect the laws end restrictions on large corporations' buying land and stockpiling commodities to control farmer prices. They also allow large multinational businesses to bypass local or regional state markets where farmers' produce is normally sold at guaranteed prices, and allows business to strike direct deals with farmers. This all will result in the ruin of an estimated tens of millions of marginal or smallholder farmers and small middlemen in India's fragile food chain.

The new Modi laws are measures the IMF and World Bank have been demanding since the early 1990s to bring Indian agriculture and farming into the corporate agribusiness model pioneered in the USA by the Rockefeller Foundation decades ago.Until now no Indian government has been willing to attack the farmers, the country's largest population group, many of whom are on tiny plots or bare subsistence. Modi's argument is that by changing the present system, Indian farmers could "double" income by 2022, an unproven,dubious claim. It allows corporations to buy farm land for the first time nationally so large companies, food processing firms, and exporters can invest in the farm sector.Against them a small farmer has no chance. Who's behind the radical push? Here we find the WEF and the Gates Foundation's radical globalized agriculture agenda.

The laws are a direct result of several years' effort of the World Economic Forum and its New Vision for Agriculture (NVA) initiative. For more than 12 years the WEF and its NVA has pushed a corporate model in Africa, Latin America and Asia. The "big target" has been India, where resistance to corporate takeover of agriculture has been fierce ever since the failed 1960's Green Revolution of the Rockefeller Foundation. For the WEF Great Reset, better known as the UN Agenda 2030 for "sustainable agriculture," India's traditional farm and food system must be broken. Its smallholder family farmers must be forced to sell to large agribusiness conglomerates and regional or state-level protections for those farmers eliminated. It will be "sustainable," not for the small farmers, but rather the giant agribusiness groups.

To advance that agenda the WEF created a powerful group of corporate and government interests called the NVA India Business Council. Its website at the homepage of the WEF states, "The NVA India Business Council serves as an informal, high-level leadership group to champion private sector collaboration and investment to drive sustainable agricultural growth in India." An idea what they mean by "sustainable"is found in their membership.

The WEF's NVA India Business Council in 2017 included Bayer CropScience, one of the world's largest purveyors of agriculture pesticides and

GMO seed and pesticide producer; GMO and agrichemical firm DuPont; grain cartel giant Louis Dreyfus Company; Wal-Mart India; India Mahindra & Mahindra (world's largest tractor maker); Nestle India Ltd; PepsiCo India; Rabobank International; State Bank of India; Swiss Re Services, the world's largest re-insurer; India Private Limited, a chemicals maker; and the Adani Group of Gautam Adani, the second richest man in India and major financier of Modi's BJP party. Notice the absence of any Indian farmer organizations.

In addition to top Modi backer Guatam Adani on the WEF NVA India Business Council, MukeshAmbani, sits on the Board of Directors of Klaus Schwab's World Economic Forum. Ambani, another top Modi backer, is Chairman and Managing Director of India's largest conglomerate, Reliance Industries, and Asia's second wealthiest person worth some $74 billion. Ambani is a strong advocate of the radical farm reform as Reliance stands to reap huge gains.

In December farmers in Punjab burned effigies of Prime Minister Modi, along with Reliance Industries chairman Mukesh Ambani, and Adani Group chairman Gautam Adani, accusing them of being behind the new laws of Modi.

For anyone with even a slight idea of these corporate behemoths, it is clear that the interests and welfare of India's estimated 650 million farmers are not the priority. Notably, IMF's Chief Economist Gita Gopinath, an Indian now in USA, has endorsed the laws, and has said that India's recently-enacted agriculture laws have the "potential" to increase farmers' income.

On 26 November a nationwide general strike began that involved approximately 250 million people in support of the farmers. Transport unions representing over 14 million truck drivers have come out in support of the farmer unions. This is the biggest challenge to the BJP Modi regime to date. The fact the government refuses to back down suggests it will be a bitter battle.

For the Agenda 2030, or Great Reset to transform the global food and agricultural industries as Klaus Schwab prefers to call it, to succeed, it is highest priority that India, with the world's largest population, be brought into the globalist web of corporate agribusiness control. Clearly the timing of the Modi deregulation has in mind the UN 2021 Food Systems Summit.

The Bill & Melinda Gates Foundation is also a "Contributing Partner" of the WEF. The central role of the Gates-Rockefeller AGRA in the UN 2021 Food Systems Summit, the major role of the WEF in the world "food systems" reset, and the pressures in recent months on the Modi government to implement the same corporate agenda in India as in Africa, are all no accident. It sets the world up for catastrophic harvest failures and worse.

<u>**Source:**</u> ***Adapted from an article by William Engdahl; published in the online magazine "New Eastern Outlook".***

> <u>**Note**</u>***:The editorial board of Nida-e-Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article***

## انا للہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ کراچی شمالی، بفرزون/شادمان کے ملتزم رفیق محمد جمیل احمد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت:0312-6995968

☆ حلقہ کراچی وسطی، بنوری ٹاؤن کے رفیق جناب ذیشان اسحاق کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت:0305-2222511

☆ حلقہ لاہور غربی، ماڈل ٹاؤن کے ملتزم رفیق اور ہفت روزہ ندائے خلافت کے ترسیل کے انچارج عبدالمتین مجاہد کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت:0300-4199099

☆ حلقہ کراچی شمالی، اورنگی ٹاؤن کے ملتزم رفیق محترم صداقت حسین کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت:0343-3037589

☆ حلقہ لاہور شرقی کے ملتزم رفیق ڈاکٹر شبیر احمد کے بڑے بھائی کرنل محمد شفیق وفات پا گئے۔ برائے تعزیت:0335-4612493

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلشن جمال کے رفیق جناب فاروق صدیق کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت:0300-2200498

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور شہر کے رفیق محترم عمران علی اعوان کی خالہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت:0334-9022090

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Vol: 30 Regd. No. C.P.L NO.114 No.08
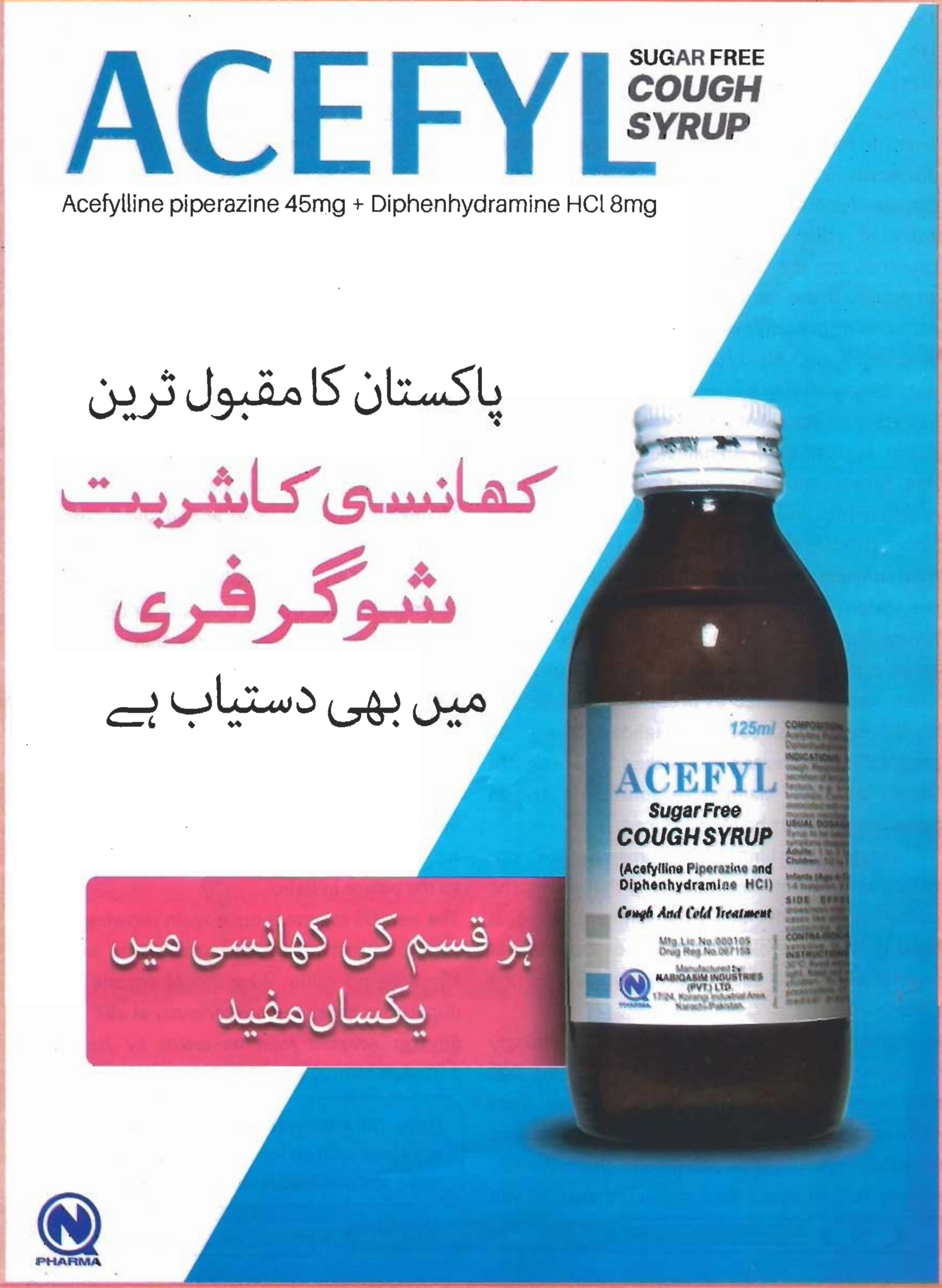
Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore